احیائے تصوف کا علمبردار

ماہنامہ نوائے صوفیہ

اسلام آباد



سید السادات سالار عجم
دست او معمار تقدیر امم

(اقبال)

آٹھ سو سالہ جشن ولادت حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی

نعت رسول مقبولؐ

اخوند محمد حسین کاشف

عمر بھر لب پہ تیری ثنا چاہیئے
تیری رحمت کی آب و ہوا چاہیئے

آپؐ ہیں باعث خلق ارض و سما
یا نبیؐ آپؐ ہی کی لقا چاہیئے

رحمت دوسرا سے مشرف ہے تو
عاصیوں کو تری ہی رضا چاہیئے

عشق تیرا علاج دل زار ہے
جو ہے بیمار اُس کو دوا چاہیئے

کوئے رحمت کا دل میں تصور رہے
بہر تسکیں مجھے اور کیا چاہیئے

کشتیِ جاں بھنور میں پھنسی ہے مری
تیری رحمت کا اب آسرا چاہیئے

مشکلیں ذہن کو جب ہراساں کریں
سوئے شہر نبیؐ دیکھنا چاہیئے

میری آنکھوں کو ہر دم ضیا کے لئے
یا محمدؐ تری خاک پا چاہیئے

تجھ کو نعت نبیؐ کا ملا ہے شرف
کاشف اس کے سوا اور کیا چاہیئے

احیائے تصوف کا علمبردار

ماہنامہ نوائے صوفیہ

اسلام آباد

شمارہ نمبر ۳ قیمت ۱۰ روپے ماہ دسمبر ۱۹۹۳ء

مدیر و ناشر

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

کمپوزر ڈریمز کمپوزر، سیٹلائٹ ٹاؤن،
راولپنڈی فون نمبر 844923

سرورق کی تصویر

ساڑھے چھ سو سال پرانی مسجد امبورک شگر
تعمیر کردہ حضرت شاہ ہمدان سید علی ہمدانی
جو انہدام کی منزل میں ہے۔

فہرست مضامین

ایڈیٹر اینڈ پبلشر محمد بشیر نے پرنٹ شاپ 99 - 6 ویسٹ بلیو ایریا اسلام آباد سے چھپوا کر A ، 358 ، سیکٹر 1 ، G.6/1 اسلام آباد سے شائع کیا۔

تفکر و تذکر

ڈاکٹر غازی محمد نعیم

ارشاد خداوندی ہے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون آگاہ رہو کہ اللہ کے دوستوں کو نہ تو کوئی خوف لاحق ہوتا ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔

ماہ رواں ایسے ہی دو اولیاء اللہ کے ایام ولادت کا مہینہ ہے جن کی عالم ولایت میں گل سرسبد کی مانند ممتاز حیثیت ہے۔ یہ اولیا اللہ علی اول اور علی ثانی ہیں۔ علی اول سے میری مراد مولائے متقیان آدم الاولیا۔ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں جو وارث علم نبیؐ ہیں اور جن کے بارے میں حضور رسالمابؐ نے فرمایا انا مدینۃ العلم و علی بابھا (میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔ پس علم کا حقیقی سرچشمہ آدم الاولیا ہی کی ذات ہے اور یہی سبب ہے کہ تصوف کے جملہ سلاسل کا (سوائے ایک سلسلہ کے) مرجع اور منبع مولائے متقیان ہی کی ذات بابرکات ہے۔ ان تمام سلاسل میں مشہور ترین سلسلہ سلسلۃ الذہب الصوفیہ ہے جو حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے دربان و خلیفہ شیخ معروف کرخی کی وساطت سے امیر کبیر سید علی ہمدانی تک پہنچتا ہے۔ یہ وہی سید علی ہمدانی ہیں جنہیں دنیا شاہ ہمدان اور علی ثانی کے ناموں سے یاد کرتی ہے۔ یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ علی ثانی یعنی شاہ ہمدان سید علی ہمدانی درجے اور مرتبے کے لحاظ سے تو مولائے متقیان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خاک پا کے برابر بھی نہیں ہیں مگر ان کی عظمت کردار اور مرتبہ علم و حکمت نے یقیناً مولائے متقیان کی مبارک سیرت کی یاد تازہ کر دی اس لئے اہل زمانہ نے انہیں علی ثانی کے لقب سے نوازا۔ شاہ ہمدان کی عظمت اور ان کے مقام و مرتبے کا اعتراف شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال نے ان الفاظ میں کیا ہے:۔

سید السادات سالار عجم
دست او معمار تقدیر امم

علی اول یعنی مولائے متقیان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور مبارک کو چودہ سو برس گزر گئے اور علی ثانی کا زمانہ سات سو سال پرانا ہو گیا اور اس عرصے میں دنیا نے علم و سائنس اور سیاست و معیشت کے میدانوں میں محیر العقول ترقی کی۔ موجودہ زمانہ سائنس اور معاشی ترقی کے عروج کا ہے۔ انسان نے اپنی عقل اور جدوجہد کے بل بوتے پر فطرت کو اپنے لئے مسخر کر لیا ہے اور اپنی زندگی میں بے شمار سہولتیں اور آسائشیں پیدا کی ہیں مگر اس دور کی ترقی اور عروج نے انسان سے دو بنیادی چیزیں چھین لی ہیں۔

۱۔ اطمینان
۲۔ خوشی

اطمینان اور خوشی کے فقدان کا منطقی نتیجہ خوف اور حزن کا پیدا ہونا ہے۔ اور یہ خوف اور حزن جدید دور کے انسان کا سب سے بڑا المیہ ہے۔ خوف اور حزن جن کے لئے نفسیاتی معالج ANXIETY اور DEPRESSION کی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں۔ عہد حاضر کی سب سے بڑی اور سنگین نفسیاتی بیماریاں ہیں۔

قرآن مجید نے آج سے چودہ سو سال قبل ان سنگین نفسیاتی بیماریوں کا علاج تجویز کیا تھا اور یہ علاج اللہ کی قربت حاصل کرنا اور اس کے اولیاء کے زمرے میں شامل ہونا ہے۔ دراصل خوف اور حزن کی بنیادی وجہ اس دور کے انسان کا خدا سے کٹ جانا اور خود اپنی ذات کو کائنات کا محور قرار دینا ہے۔ خدا کا آسرا ختم ہونے کے بعد جدید انسان تنہا اور بے آسرا ہو گیا ہے اور یہی چیز اس کے خوف اور حزن کا بنیادی سبب ہے۔ جب کہ خدا کا آسرا ہو تو انسان مشکل ترین وقت میں بھی نہیں گھبراتا چنانچہ خدا کا حبیب اپنے دوست سے یوں مخاطب ہوتا ہے لا تحزن ان اللہ معنا غم مت کر کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو ہر مشکل اور مصیبت کی گھڑی میں انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں۔ وہ سجدے میں سر کٹاتے ہیں اور جنگل کی وحشت سے خوف زدہ نہیں ہوتے وہ سراپا تسلیم و رضا ہوتے ہیں، ہر بلا اور مصیبت کو دوست کی رضا سمجھ کر خوش دلی سے قبول کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک حیات دنیا کی حیثیت لہو ولعب سے زیادہ نہیں اور ان کی منزل مقصود اللہ کی رضا، اس کی قربت اور اس کا دیدار ہے۔

اگرچہ تصوف کا لفظ قرآن مجید میں موجود نہیں کیونکہ یہ ایک نسبتی نام ہے مگر حقیقت تصوف کا اصل ماخذ قرآن کریم ہی ہے کیونکہ یہی اولیاء اللہ ہیں جن کو ذات باری تعالیٰ نے خوف اور حزن سے آزاد فرمایا اور جو اہل تصوف کے امام ہیں ان ائمہ صوفیاء میں امام اول مولائے متقیان حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں اور امام آخر صاحب العصر والزمان امام محمد مہدی علیہ السلام ہیں۔

آیئے دیکھیں کہ امام اول آدم الاولیاء حضرت علی علیہ السلام اپنے خوف اور حزن سے آزاد ہونے کا اظہار کس طرح فرماتے ہیں

[illegible]

[illegible]

[illegible] ایک [illegible] مصیبت۔ جب زمانہ کامل ہوشیار جوان سے خیانت کرتا ہے تو صبر اس سے خیانت نہیں کرتا۔

ان العت ملمۃ بی فانی۔ فی الملمات صخرۃ صماء
عالما بالبلاء علما جان۔ لیس یدوم النعیم وللا داء

اگر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو میں گھبراتا نہیں اس لئے کہ مصائب کے وقت میں پہاڑ ہو جاتا ہوں۔ میں مصیبت سے خوب واقف ہوں اور سمجھتا ہوں کہ نہ آسائش ہمیشہ رہتی ہے اور نہ تکلیف۔

آخر میں علی ثانی کی مندرجہ ذیل مناجات کے ساتھ خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ دنیا اور آخرت میں ہمیں ہر قسم کے خوف اور حزن سے محفوظ و مامون رکھے۔

الا ایها المامول فی کل حاجۃ۔ رجوت فاکشف ضرما بی وفاقتی
الا یا رجائی انت کاشف کربتی۔ فهب لی ذنوبی کلها واقض حاجتی

اے ہر حاجت میں میری امیدوں کے مرکز! میں نے تجھ سے آس لگائی تو میری مشکل اور تنگ دستی کا مداوا فرما۔ اے کہ تو میرا حاجت روا ہے۔ میرے کرب کو دور کر پس میرے تمام گناہ معاف فرما اور میری حاجت بر لا (آمین)

قرآن مجید

مولوی عبدالحمید

الحمد للہ رب العالمین کا ترجمہ و تشریح

الفاظ	اور معانی
الحمد	تمام تعریفیں
للہ	اللہ کے لئے
رب	پروردگار۔ پالنے والا۔ پالنہار
العالمین	عالم کی جمع۔ جہان۔ کائنات

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

تشریح: عربی زبان میں تعریف کیلئے عام طور پر تین الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

۱۔ حمد

۲۔ شکر

۳۔ مدح

لیکن ان میں کافی فرق ہے۔

حمد: کسی کی اختیاری اور ارادی خوبیوں پر زبان سے تعریف کرنا حمد کہلاتا ہے۔

شکر: کسی نعمت کے بدلے میں کسی کی تعریف کرنا خواہ زبان سے ہو خواہ دل سے خواہ عمل سے شکر کہلاتا ہے۔

مدح: یہ حمد اور شکر سے زیادہ عمومی حیثیت رکھتی ہے کسی بھی خوبی کی تعریف چاہے اختیاری ہو یا غیر اختیاری مدح کہلاتی ہے۔ مدح ذی روح اور غیر ذی روح دونوں کی ہوتی ہے۔ مثلاً موتیوں کی چمک، پھولوں کی مہک، سبزہ کی لہک، پانی کی روانی، سورج کی درخشانی وغیرہ بھی مدح میں شامل ہے۔

الحمد للہ کی فضیلت میں چند احادیث:

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حضرت علی علیہ السلام سے سوال کیا کہ سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ کو ہم جانتے ہیں۔ لیکن الحمد للہ کا کیا مطلب ہے۔ حضرت علی نے جواب دیا کہ اس کلمہ کو اللہ نے اپنے لئے پسند کیا ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ کلمہ شکر ہے۔

نبی اکرمؐ کا فرمان ہے۔ الحمد راس الشکر ماشکر اللہ عبدہ مالحمدہ حمد اصل شکر ہے جس نے اللہ کی حمد نہیں کی اس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔

ابو عبدالرحمن حنبلی سے مروی ہے۔ افضل الشکر الحمد۔ سب سے افضل شکر الحمد (اللہ کی تعریف کرنا) ہے۔

دوسری جگہ یوں ارشاد فرمایا۔ سبحان اللہ نصف المیزان والحمد للہ تملا المیزان سبحان اللہ نصف میزان ہے اور الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے۔

التسبیح نصف المیزان والحمد للہ تملا المیزان

تمام تسبیح نصف (آدھا) میزان ہے اور الحمد للہ اس (آدھے) میزان کو بھر دیتا ہے۔

ابان بن انس سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا

التوحید ثمن الجنۃ والحمد ثمن کل نعمۃ

توحید جنت کی قیمت ہے اور الحمد نہ صرف جنت بلکہ تمام نعمتوں کی قیمت ہے۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ان اللہ لیرضیٰ عن العبد ان یاکل الاکلہ یحمدہ علیھا او یشرب الشربۃ یحمدہ علیھا

بے شک اللہ اس بندے سے ضرور راضی ہوتا ہے جب وہ کچھ کھاتا ہے تو اس پر اللہ کی حمد کرتا ہے یا جب کچھ پیتا ہے تو اس پر بھی اللہ کی حمد کرتا ہے۔

ایک جگہ نبی اکرمؐ نے یوں ارشاد فرمایا

افضل الذکر لا الہ الا اللہ و افضل الدعا الحمد للہ

بہترین ذکر لا الہ الا اللہ ہے اور بہترین دعا الحمد للہ ہے۔

ایک دفعہ یوں ارشاد فرمایا اگر میری امت میں سے اللہ کسی کو دنیا دے دے اور وہ اس پر الحمد للہ کہے تو یہ کلمہ ساری دنیا سے افضل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر نبی اکرمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ایک شخص نے ایک مرتبہ کہا

یارب لک الحمد کما ینبغی لجلال وجھک و عظیم سلطانک تو کراماً کاتبین گھبرا گئے کہ ہم اس کا کتنا اجر لکھیں آخر اللہ سے عرض کی کہ تیرے بندے نے ایسا کلمہ کہا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ اس کا ثواب کس طرح لکھیں۔ اللہ نے فرمایا تم یونہی اس کلمہ کو لکھ دو میں خود ہی اسے ملاقات کے وقت اس کا اجر دوں گا۔ (ابن ماجہ)

الحمد للہ کی تعلیم قرآن میں

اللہ نے حضرت نوح کو یوں حمد کا حکم دیا۔

فقل الحمد للہ الذی نجانا من القوم الظالمین۔ المومنون: ۲۸

پس کہہ دیجئے (الحمد للہ) تمام تعریفیں اس ذات کیلئے ہیں جس نے ہمیں ظالم قوم سے نجات دی۔

حضرت ابراہیم کو یوں حکم فرمایا

الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسماعیل و اسحاق (ابراہیم

الحمد للہ جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق علیھما السلام عطا فرمائے۔

حضرت داؤد اور سلیمان علیہ السلام کا ذکر یوں فرمایا

وقالا الحمد للہ

اہل جنت بھی یوں اللہ کی حمد کریں گے

وآخر دعواھم ان الحمد للہ رب العالمین

فرشتے یوں اللہ کی حمد کرتے ہیں۔

والملائکۃ یسبحون بحمد ربھم

فرشتے اللہ کی حمد کے ساتھ ان کی تسبیح کرتا ہے۔

بادل اور گرج بھی اللہ کی حمد کرتے ہیں۔

یسبح الرعد بحمدہ۔ گرج حمد کے ساتھ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا احادیث اور آیات قرآنی کی روشنی میں یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ اللہ کی حمد بہترین شکر بھی ہے دعا بھی، تسبیح بھی ہے اور ذکر بھی اس لئے ایک مومن اپنی زندگی کا آغاز ہی الحمد کے ساتھ کرتا ہے۔ اور بیدار ہوتے ہی یوں اللہ کی حمد کرتا ہے۔

الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ البعث والنشور

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں موت (نیند) کے بعد زندگی (بیداری) عطا فرمائی۔

نکتہ: تمام تعریف اللہ کے لئے ہونا اس طرح ہے کہ ہر فعل خیر یا تو براہ راست اللہ کا عمل ہوتا ہے اگر دوسرے بندے کا عمل ہو تو اس کی تحریک یعنی ترغیب اور توفیق اللہ کی ہوتی ہے۔ لہذا اس کام کی تعریف بھی آخر میں اس کی طرف راجع ہے۔ لیکن فعل قبیح اور برا کام براہ راست اس ذات باکمال سے ہوتا ہی نہیں بلکہ بندے کی طرف سے ہوتا ہے تو اللہ کی ترغیب سے نہیں بلکہ ممانعت کے ساتھ ہوتا ہے لہذا اس کی مذمت خدا کی طرف راجع نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے نہج البلاغہ میں علی علیہ السلام یوں فرماتے

فلا یحمد حامد الا ربہ ولا یلم لائم الا نفسہ

کوئی حامد کسی کی تعریف نہیں کرتا مگر (دراصل) وہ اپنے پروردگار کی تعریف کرتا ہے اور وہ کسی کی مذمت نہیں کرتا مگر اپنی ذات کی مذمت کرتا ہے۔

(جاری ہے)

(گزشتہ سے پیوستہ)

مجموعہ شریعت محمدیہ

ابوالعرفان محمد بشیر

اما التیمم عند فقد الماء او تعسر استعمال .... فتجب الاعادة و الا فلا

تیمم کا مسئلہ

تیمم کرنا پانی نہ ملنے اور پانی کے استعمال کی دشواری کی صورت میں وضو اور غسل کا قائم مقام ہے ۔۔۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اپنے ہاتھوں کو پاک مٹی پر مارے بشرطیکہ پاک مٹی مل جائے اگر پاک مٹی نہ مل سکے تو مٹی کے مانند ان معدنی چیزوں پر ہاتھوں کو مارے مثلاً ریت، پتھر، پلاسٹر، چونا، ہڑتال اور نمک

وغیرہ یا ایسا کوئی خشک کپڑا وغیرہ جس میں کچھ گرد ہو اور اپنے منہ کا اور کلائیوں یا کہنیوں تک ہاتھوں کا مسح کرے ۔ وضو کی صورت میں ایک ضرب کافی ہے اور دو ضربیں جائز ہیں غسل کی صورت میں دو ضربیں ہیں اور ایک ضرب جائز ہے ۔ تیمم میں یہ چیزیں واجب ہیں ۔

نیت اس کی صورت یہ ہے کہ دل میں پوشیدہ رکھے یا زبان پر یوں کہے بشرطیکہ تیمم وضو کے بدلے میں واجب ہو ۔ اتیمم الخ میں اللہ کا قرب حاصل کرنے کی خاطر وضو کے بدلے میں واجب ہونے کی وجہ سے نماز کے مباح ہونے کے لئے تیمم کرتا ہوں ۔ اگر غسل کے بدلے میں تیمم ہو تو یوں کہے اتیمم الخ میں اللہ کا قرب حاصل کرنے کی خاطر غسل جنابت کے بدلے میں نماز کے مباح ہونے کے لئے واجب ہونے کی وجہ سے تیمم کرتا ہوں ۔

٢ ۔ چہرے کا مسح کرنا ۔
٣ ۔ ہاتھوں کا مسح کرنا
٤ ۔ ترتیب
٥ ۔ موالات چہرے کو مسح کرنے کی صورت میں اسے ڈھانپ لینے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی ہاتھوں کے لئے چہرے میں استعمال شدہ مٹی سے بچنے کی ضرورت ہے ۔

تیمم کی سنتیں

١ ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم کا پڑھنا ۔
٢ ۔ اٹھائی ہوئی مٹی کو ہلکی کرنا ایک ہی تیمم سے فرائض اور نوافل میں سے جو کچھ چاہے پڑھ سکتا ہے ۔ کیونکہ تیمم نماز وغیرہ کے مباح ہونے میں پانی سے حاصل کردہ طہارت کی مانند ہے ۔ تیمم کرنا وقت کے شروع میں بھی وقت داخل ہونے سے پہلے بھی اور وقت کے آخر میں بھی جائز ہے ۔ لیکن زیادہ احتیاط تیمم کو موخر کرنے میں ہے ۔ اگر تیمم کرکے نماز پڑھے پھر پانی میسر ہو جبکہ وقت میں وضو اور درپے والی فرض نماز کی گنجائش ہو نیز کوئی رکاوٹ بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں دوبارہ نماز کا پڑھنا واجب ہے ۔ ورنہ نہیں ۔

وضاحت:

مجموعہ شریعت محمدیہ الفقہ الاحوط کی مذکورہ عبارتوں میں تیمم کے بارے میں مندرجہ ذیل امور کی نشاندہی کی گئی ہے ۔

١ ۔ تیمم کی نوعیت

۲۔ تیمم کی حیثیت
۳۔ تیمم والی چیز
۴۔ مخصوص طریقہ
۵۔ وقت کی تعمیم
۶۔ تیمم کا خاتمہ کب ہو
۷۔ پاک مٹی کا امتیاز

تفصیل:

فقہ احوط کی مذکورہ عبارتوں کے آغاز پر ہی یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ تیمم طہارت کی دونوں قسموں کا نعم البدل ہے۔ چنانچہ وضو اور غسل اس باب میں اصل قرار پائیں گے اور تیمم ان دونوں کا نائب یا جانشین قرار پائے گا۔ یہی حقیقت بھی ہے۔ اس سے تیمم کی نوعیت واضح ہو گئی۔

حیثیت:

جس طرح سے وضو اور غسل ازالہ حدث میں موثر ہیں مطلب یہ ہے کہ وضو کرنے سے حدث اصغر کا مکمل ازالہ ہو جاتا ہے اور غسل کرنے سے حدث اکبر کا مکمل ازالہ ہو جاتا ہے۔ اس بیان سے قارئین کو حدث کی دو قسمیں نظر آئیں گی۔
۱۔ حدث اصغر
۲۔ حدث اکبر

پس ہر ہر حدث اصغر کے ازالہ کے لئے طہارت صغریٰ متعین ہے اور ہر ہر حدث اکبر کے ازالہ کے لئے طہارت کبریٰ متعین ہے۔ گویا طہارت صغریٰ کا ہر ہر سبب حدث اصغر کہلاتا ہے اور طہارت کبریٰ کا ہر ایک سبب حدث اکبر کہلاتا ہے۔
چونکہ تیمم طہارت کی دونوں قسموں کا نعم البدل ہے۔ لہذا تیمم کرنے سے بھی مطلق حدث کا مکمل ازالہ ہو جاتا ہے۔ وضو کے بدلے میں تیمم کرنے سے حدث اصغر کا ازالہ ہو جائے گا اور غسل کے بدلے میں تیمم کرنے سے حدث اکبر کا ازالہ ہو جائے گا اس سے پتہ چلتا ہے کہ تیمم کی حیثیت بھی ایک مکمل طہارت کی سی ہے۔ جن عبادات کی بجاآوری کیلئے وضو اور غسل ضروری ہوتے ہیں ان عبادات کی بجاآوری دونوں کے جانشین تیمم سے کی جاتی ہے۔

تیمم والی چیز

تیمم کیلئے از روئے قرآن وحدیث وفقہ پاک مٹی درکار ہے اگر کسی تیمم گزار کو پاک مٹی دستیاب نہ ہو سکے تو وہ مٹی کے قریب دیگر معدنی اشیاء کو تیمم کیلئے استعمال کر سکتا ہے جن کی مثال ریت وغیرہ کی صورت میں بیان کی گئی ہے۔
غبار آلود خشک کپڑا بھی تیمم کیلئے استعمال کرنا درست ہے جیسا کہ مذکورہ عبارتوں میں موجود ہے۔

مخصوص طریقہ:

تیمم کرنے کے لئے شریعت محمدیہ کی رو سے ایک مخصوص طریقہ مقرر کیا گیا ہے۔ چنانچہ وضو کے بدلے میں تیمم کرنے والا نیت کر چکنے کے بعد تیمم والی چیز پر دونوں ہاتھوں سے ایک ضرب لگائے اور اپنے منہ اور کلائیوں سمیت یا کہنیوں سمیت ہاتھوں کا مسح کرے۔
غسل کے بدلے میں تیمم کرنے والا نیت کر چکنے کے بعد تیمم والی چیز پر دونوں ہاتھوں سے دو ضربیں لگائیں۔ ہر ضرب کے ساتھ منہ اور ہاتھوں کا کلائیوں سمیت یا کہنیوں سمیت مسح کرے

ضربوں کی تعداد کا مسئلہ اولیٰ اور غیر اولیٰ والی بات ہے۔ نفس جواز اس کی الٹی صورتوں میں بھی ہے۔ یعنی اگر وضو کے بدلے میں تیمم کرنے والا دو ضربیں لگائے تو جائز ہے۔ اسی طرح سے غسل کے بدلے ایک ضرب پر اکتفا کرے تو ایسا کرنا جائز ہے

وقت کی تعمیم:

تیمم کرنے کا جواز مل جانے کی صورت میں وقت نماز داخل ہونے سے پہلے، وقت نماز ہونے کے بعد اور وقت نماز ہوتے ہی، گویا سب صورتوں میں تیمم کرنا درست ہے۔ ایک ہی تیمم سے فرائض، سنن اور نوافل کی جس قدر ادائیگی چاہے

درست ہے ۔ یہی بات تیمم کے مکمل طور پر مزیل حدث ہونے کی واضح دلیل بھی ہے ۔ کیونکہ تیمم کو صرف ساتر حدث قرار دینے والوں کے نزدیک وقت نماز آنے سے پہلے تیمم کرنا درست نہیں اسی طرح سے ان کے نزدیک ایک تیمم سے صرف ایک فرض نماز کی بجاآوری درست ہے ۔ دوسری فرض نماز بجالانے کیلئے از سر نو پھر سے تیمم کرنا پڑتا ہے ۔ ان حضرات کے نزدیک تیمم کرنے سے حدث پر پردہ پڑجاتا ہے حدث زائل نہیں ہو سکتا ۔ لہٰذا ایک تیمم سے ایک فرض نماز کی بجاآوری پر حدث پر پڑا ہوا پردہ خود بخود چاک ہو جاتا ہے ۔ اس وجہ سے دوسری فرض نماز کیلئے پھر سے تیمم کرنے کی ضرورت پڑتی ہے ۔ سنن اور نوافل کی بجاآوری اس نظریہ والوں کے ہاں تیمم گزار کیلئے معتبر نہیں ہے ۔ مجموعہ شریعت محمدیہ کی رو سے یہ نظریہ تشنہ تائید رہ جاتا ہے ۔

تیمم کا خاتمہ کب ہو

فرض کرو کہ ایک شخص کو نماز صبح کی ادائیگی کیلئے وضو کا پانی نہ مل سکا اسے تیمم کرنے کا جواز مل گیا ۔ اس نے تیمم کرکے نماز صبح ادا کی ۔ نماز کی ادائیگی کے بعد اتفاق سے اس کو پانی مل گیا تو اگر وقت نماز میں اتنی وسعت ہو کہ آدمی پانی سے وضو کر کے اسی نماز کی ادائیگی اسی وقت ہی کر سکتا ہو اور کسی قسم کی کوئی رکاوٹ بھی نہ ہو تو اس کے تیمم کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور اس پر وضو کرکے دوبارہ نماز ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے ۔

اگر وقت میں وسعت نہ ہو یا وسعت تو ہو لیکن کوئی رکاوٹ ہو تو اس کا پہلا عمل ہی کافی ہے ۔

پاک مٹی کا امتیاز

یہ کھلی حقیقت ہے کہ وضو اور غسل میں حدث حکمی کے ازالے کیلئے استعمال شدہ پانی خود تو پاک ہے مگر وہ دوسری ناپاک چیزوں کو پاک کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے ۔ اس کے برخلاف تیمم کیلئے استعمال شدہ پاک مٹی وغیرہ کا دوبارہ تیمم کیلئے استعمال کرنا جائز ہوا کرتا ہے ۔ چنانچہ پانی کے استعمال کے ضرر رساں ہونے کی صورت میں یا پانی سرے سے دستیاب نہ ہونے پر تیمم کیلئے ایک بار استعمال میں لائی گئی تیمم والی چیز کا بار

نسخہ شوگر

حکیم محمد طارق محمود چغتائی
گولڈ میڈلسٹ
احمد پور شرقیہ

مایوس مریضوں کے لئے مژدہ جانفزاء

عالم انسانی میں کینسر یا سرطان کے بعد سب سے بڑی خطرناک اور پیچیدہ بیماری ذیابطیس یا شوگر ہے کیا اس کا علاج ممکن ہے یا صرف مریض وقتی ادویات پر اکتفا کریں اور ان کی ساری عمر انسولین کے انجکشن لگواتے گزر جائے گی ۔ انسولین انسانی جان بچانے میں ممد و معاون ضرور ہے لیکن مریض کے لئے مستقل شفایابی کس دوا یا علاج میں ممکن ہے اس کے لئے تحقیق و تجربے کی اشد ضرورت ہے ۔

قارئین کی خدمت میں آج ایک شوگر کا ایسا نسخہ پیش کر رہا ہوں جو کئی خاندانوں کا راز ہے اور کئی نامور ڈاکٹروں اور حکیموں کا ذریعہ معاش ۔ بندہ نے اس نسخہ شفا سے بے شمار لوگ جو کہ بستر مرگ تک پہنچ چکے تھے پھر سے حیات سرمدی کی طرف بڑھتے دیکھے میرے ایک دوست جن کا صرف اسی نسخہ کو بنا کر استعمال کروانا ذریعہ معاش ہے وہ شاید میری اس جسارت پر ناراض ہوں لیکن میں اس نسخہ کا راز افشا کر کے ہزاروں لاکھوں جانوں کے فائدے اور شفا کی سوچ رہا ہوں ۔

ایک صاحب جو کہ بہت بڑے رئیس سیاست دان اور اسمبلی تک پہنچنے والے تھے جب مرض شوگر کے ہاتھ آئے دنیا جہاں کا تمام علاج کیا لیکن بے سود آخر جب اس نسخہ شفا کو بنا کر استعمال کیا اور پھر بہت بڑے ڈاکٹر کو دکھایا تو ڈاکٹر صاحب حیران ہو گئے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جسم میں شوگر نارمل ہے آخر جب اس نسخہ کا بتایا تو فوراً نسخہ لکھا اور کیپسول بھر بھر کر مریضوں کو دینے شروع کر دیے ۔

قارئین سے استدعا ہے کہ اس نسخہ کو توجہ با پرہیز طریقے سے استعمال کریں اور مستقل شفایابی تک استعمال کریں ۔

ھوالشافی : گڑمار بوٹی ۔ کریلے خشک ۔ اندر جو تلخ ۔ ہربڑ کابلی ۔ گٹھلی جامن ۔ افتیمین ۔ ہر ایک 250 گرام کو[illegible] یا خنظل جسے صرف تمبہ ہی کہتے ہیں 25 گرام تمام ادویہ کو [illegible] پیس کر محفوظ رکھیں ۔ ایک چمچ چائے والا صبح نہار منہ شام [illegible] کے وقت پانی کے ہمراہ لیں ۔

باقی صفحہ نمبر [illegible]

(گزشتہ سے پیوستہ)

احوال و آثار حضرت جنید بغدادی

غلام حسن نوربخشی

وعظ و نصیحت:

مشہور ہے کہ اپنے استاد و مرشد حضرت سری سقطی کی زندگی میں کچھ لوگوں نے جنید بغدادیؒ سے عرض کی کہ ہمیں کچھ نصیحت فرمایئے۔ آپ نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا جب میرے شیخ حضرت سری سقطی موجود ہیں میں کوئی بات کہنے کا مجاز نہیں۔ یہاں تک کہ ایک رات محو خواب تھے کہ سرکار دو عالمؐ کے روئے جہاں آرا سے مشرف ہوئے دیکھا کہ حضورؐ فرما رہے ہیں جنیدؒ لوگوں کو کچھ سنایا کرو اس لئے کہ تیری باتوں سے اللہ تعالیٰ ایک عالم کی نجات فرمائے گا۔ جب صبح ہوئی حضرت سری سقطیؒ نے ایک مرید کو بھیجا اور حکم دیا کہ جب جنید نماز سے فارغ ہوں تو کہو کہ میرے مریدوں کی درخواست تم نے رد کر دی اور انہیں کچھ نہ سنایا شیوخ بغداد نے سفارش کی اسے بھی تم نے رد کر دیا میں نے پیغام بھیجا پھر بھی تم آمادہ وعظ نہ ہوئے اب جبکہ پیغمبر اکرم کا حکم تمہیں ملا ہے لہذا اس حکم کی تعمیل کرو۔

حضرت جنیدؒ نے سری سقطی سے عرض کی کہ حضور آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں نے خواب میں حضورؐ کی زیارت کی ہے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے جمال سے خواب میں شرف ملاقات حاصل کی۔ مجھے درگاہ باری تعالیٰ سے ارشاد ہوا کہ میں نے اپنے حبیبؐ کو جنیدؒ کے پاس بھیج دیا ہے کہ وہ جنید کو وعظ کا حکم دے تاکہ اہل بغداد کی مراد بر آئے۔ ایک مرتبہ دوران وعظ چالیس افراد میں سے بائیس پر غشی طاری ہو گئی اور اٹھارہ انتقال کر گئے

بارگاہ نبوت میں مقبولیت کا اندازہ ذیل کے واقعے سے لگایا جا سکتا ہے۔

کسی نے حضورؐ کے ہمراہ جنیدؒ کو خواب میں دیکھا اور ایک شخص نے فتویٰ حضورؐ کے سامنے پیش کیا تو آپؐ نے جنیدؒ کی طرف اشارہ کر دیا اس نے کہا کہ جب حضورؐ خود تشریف فرما ہیں تو دوسرے کی کیا ضرورت ہے حضورؐ نے فرمایا کہ ہر نبی کو اپنی امت پر فخر ہوتا ہے مجھے اپنی امت میں جنیدؒ پر اس سے بھی زیادہ فخر ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء۔ ۱۸۷)

خطاب:

مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والوں سے ہونے والی گفتگو تذکروں میں ملتی ہے ان میں چند مکالے درج کئے جاتے ہیں۔

ایک سالک فقر سے خطاب

ایک آدمی جنیدؒ کے پاس آیا اور اپنا تمام مال صرف کر کے فقیر بن کر رہنا چاہا تو آپؒ نے فرمایا کہ تم تمام مال صرف مت کرو بلکہ گزارا کے لائق کچھ رکھ لو۔ حلال معاش تلاش کرو اور جو تمہارے پاس ہے سب خرچ نہ کرو کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تمہارا نفس تم سے مطالبہ نہ کرے۔ (۳۰)

علماء سے خطاب:

اے علمائے کرام اپنے علم کی زکوٰۃ دیا کرو یعنی جن

مسائل کو تم نے سیکھ لیا ہے ان میں سے کم از کم پانچ پر خود عمل کرو اس طرح چالیس احادیث میں سے پانچ پر عمل کرو۔(۳۱)

ایک سید سے خطاب

سید ناصر گیلانی حج کے لئے تشریف لے گئے اور منزل بمنزل طے کرتے ہوئے بغداد پہنچے اور جنید کی بارگاہ میں حاضری دی آپ نے فرمایا کہاں سے آئے ہو؟ جواب دیا گیلان سے۔ پوچھا کس کی اولاد سے ہو؟ جواب دیا علی مرتضیٰ امیر المومنین کی اولاد سے۔

جنیدؒ نے کہا کہ تیرا باپ علی علیہ السلام اپنے پاس دو تلواریں رکھتے تھے ایک کافروں پر مارتے تھے اور دوسری اپنے نفس پر۔ اے اولاد علیؑ تم ان کی اولاد کس طرح ہو سکتے ہو یہ دو کام تم نہیں کر رہے ہو؟ سید نے یہ باتیں سنیں اور رو پڑے اور جنید کے سامنے لوٹنے لگا اور کہا کہ شیخ میں حج کے لئے جا رہا ہوں اور یہاں پہنچ گیا ہوں خدا کے لئے میری رہنمائی فرمایئے جنیدؒ نے کہا اے سید تیرا سینہ خاص حرم خدا ہے تو اس مخصوص حرم میں کسی نامحرم کو جگہ نہ دے۔(۳۲)

متفرق واقعات:

حضرت شیخ جنید بغدادیؒ کے بعض ایسے واقعات جو آج بھی مشعل راہ اور منبع نور ہیں۔ ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

احکام الٰہی کی بجاآوری

عام لوگوں کے لئے سماجی رسم و رواج اور برادری کے قوانین بے حد اہمیت رکھتے ہیں جنہیں وہ کسی بھی صورت میں نظر انداز نہیں کر سکتے جبکہ معمولی باتوں کے لئے وہ احکام الٰہی کو پس پشت ڈال دیتے ہیں لیکن بزرگوں نے اپنا شعار یہ بنایا ہے کہ وہ کسی بھی صورت میں احکام الٰہی کو ترک نہیں کرتے۔

ایک دفعہ آپ آشوب چشم میں مبتلا ہوئے ایک آتش پرست طبیب نے آنکھوں کو پانی سے بچانے کی ہدایت کی لیکن آپ نے فرمایا کہ میرے لئے وضو کرنا ضروری ہے۔ طبیب کے جانے کے بعد وضو کر کے نماز عشاء ادا فرما کر سو گئے اور صبح بیدار ہوئے تو درد چشم ختم ہو چکا تھا اور یہ ندا آئی کہ چونکہ تم نے درد چشم کی پروانہ کی اس لئے ہم نے تمہاری تکلیف ختم کر دی اور طبیب نے جب سوال کیا کہ ایک ہی شب میں آپ کی آنکھیں کس طرح اچھی ہو گئیں؟ آپ نے فرمایا وضو کرنے سے۔ یہ سن کر اس طبیب نے کہا کہ در حقیقت میں خود مریض ہوں اور آپ طبیب۔ یہ کہہ کر وہ طبیب مسلمان ہو گیا۔(۳۳)

اتباع سنت رسولؐ

حضرت جنید بغدادیؒ کی خانقاہ میں ایک شخص آ کر مقیم ہوا۔ اور مہینوں وہاں رہا لیکن ان سے کوئی تعلیم حاصل نہیں کی اور نہ اپنی کسی ضروریات کا اظہار کیا جب وہ خانقاہ سے واپس جانے لگا تو آپ نے خود اس سے پوچھا کہ تم یہاں بہت دن رہے اور اب واپس جا رہے ہو لیکن تم نے یہ نہیں بتایا کہ کیوں آئے تھے؟ اور اب کیوں واپس جا رہے ہو؟ اس نے کہا میں نے سنا تھا کہ آپ بہت بڑے بزرگ آدمی ہیں۔ میں بہت دن یہاں رہا۔ لیکن میں نے آپ سے کوئی کرامت صادر ہوتے ہوئے نہیں دیکھی۔ اس لئے اب مایوس ہو کر واپس جا رہا ہوں۔ حضرت جنیدؒ نے سوال کیا کہ یہ بتاؤ کہ اتنے دنوں میں تم نے مجھے کوئی ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا ہے جو سنت کے خلاف ہو؟ اس نے کہا آپ کو سنت کے خلاف کوئی کام کرتے نہیں دیکھا۔ تب آپ نے اس سے کہا کہ بھائی اس سے زیادہ بڑی کرامت کیا دیکھنا چاہتے ہو۔

بیرون قبر لاف کرامت چہ میزنی
ایماں اگر بگور بری صد کرامت است

(۳۴)

وفاداری کی تحسین

باقی صفحہ نمبر ۳۳ پر

بشنو از نے

مثنوی معنوی کا منظوم اردو ترجمہ (قسط نمبر ۲)

تحریر و ترجمہ: محمد یونس سیٹھی وفا

مولانا جلال الدین رومی جنہیں تعلیمات اسلامی پر بدرجہ کمال عبور حاصل تھا مثنوی کے ذریعے حیات انسانی کو اسلام کے زرین اصولوں کے سانچے میں ڈھالنے کا درس نہایت عام فہم انداز میں زندگی کے عملی پہلوؤں کے حوالے سے دیتے ہیں۔ احکام خداوندی کی روشنی میں ایک کامیاب و کامران اور پاک و صاف زندگی بسر کرنے کے لیے قرآن حکیم سے ہمیں جو رشد و ہدایت ملتی ہے مولانا اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرماتے ہوئے ان عوامل کی نشاندہی کرتے ہیں جو انسان کی سربلندی و سرفرازی اور خوشحالی کا سبب بن سکتے ہیں۔ اس ضمن میں مولانا شبانہ روز محنت اور جدوجہد کو ایک اہم اور بنیادی عنصر قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک تساہل اور بے عملی کفران نعمت کے مترادف ہے اور کوشش و سعی حق تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے برابر ہے۔ مولانا کی رائے میں یہ بات انسان کے ہاتھ میں نہیں کہ وہ جب چاہے اپنا مقصد بغیر محنت اور جدوجہد کے حاصل کرلے بلکہ حصول مدعا کے لیے کام کرنا لازمی ہے جبکہ توکل کا مطلب بے دست و پا ہو کر بیٹھ جانا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرکے محنت کرنا سنت پیغمبری ہے اس نکتہ کو واضح کرتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں۔

پائے داری چوں کنی خود را تو لنگ
دست داری چوں کنی پنہاں تو چنگ

صاحب پا ہو تو پھر معذور کیوں؟
دست بازو کو رکھو مستور کیوں؟

خواجہ چوں بیلے بدست بندہ داد
بے زباں معلوم شد او را مراد

کی ترے ہاتھوں کو جب قوت عطا
بن کہے واضح تھا اس کا مدعا

گر توکل می کنی در کار کن
کار کن پس تکیہ بر جبار کن

کام کرنے میں توکل ہے بجا
کار گر ہو گا خدا کا آسرا

گفت آرے گر توکل رہبر است
ایں سبب ہم سنت پیغمبر است

گر توکل ہے تمہارا رہنما
کسب و محنت سنت شاہ ہدا

رمز الکاسب حبیب اللہ شنو
از توکل در سبب کاہل مشو

اہل محنت ہیں پسند اللہ کو
ترک محنت کو توکل مت کہو

در توکل کسب و جہد اولیٰ تر است
تا حبیب حق شوی ایں بہتر است

گر توکل میں لیا محنت سے کام
بارہ گاہ حق میں ہو گے خوش مقام

سعی ابرار و جہاد مومناں
تا بدیں ساعت ز آغاز جہاں

باقی صفحہ ۲۷ پر

(گزشتہ سے پیوستہ)

تقابل ادیان

قسط نمبر۲

غلام نبی کوروی

اگر مذاہب کے ارتقاء کا مطالعہ کیا جائے تو ان پر جغرافیائی و تمدنی عوامل کا گہرا اثر معلوم ہوتا ہے ابتدائی تہذیب پر بدوی تمدن غالب تھا۔ چنانچہ اس دور میں زیادہ تر انسان محسوس چیزوں کا خوگر تھا لیکن جب شہری تمدن کو عروج حاصل ہوا تو انسان کے شعور نے بھی ترقی کی اور وہ مشاہدات سے نتائج اخذ کرنے لگا۔ تمدن کا یہ عروج باقی مقامات کی نسبت مشرق وسطیٰ کو جلد میسر آیا چنانچہ الہامی مذاہب کی کامل تعلیمات بھی یہیں اپنی انتہا کو پہنچیں۔

انسانیت کا ارتقاء بالکل ایک انسان کے فطری اور طبعی ارتقاء کے مانند ہے جس طرح ایک بچہ بچپن، لڑکپن اور جوانی کے مراحل سے گزرتا ہے اسی طرح انسانیت تہذیب و تمدن اور عقل و شعور کی ترقی کے لحاظ سے ایسے ہی مراحل سے گزری اللہ تعالیٰ نے انسانی ہدایت کے لئے جو طریقہ نبوت و رسالت کے حوالہ سے جاری فرمایا اس کا انسانیت کے ارتقاء کے پس منظر میں مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ دور اول انسانیت کا دور طفولیت
۲۔ دور ثانی انسانیت کا لڑکپن کا دور
۳۔ دور ثالث انسانیت کا دور جوانی

دور اول: انسانیت کے دور طفولیت میں

یہ دور حضرت آدمؑ تا حضرت ابراہیمؑ کے مبارک ادوار پر مشتمل ہے۔ اس دور میں دعوت دو بنیادوں پر قائم تھی۔

۱۔ ہر رسول کی دعوت صرف اپنی قوم کے لئے (یعنی محدود دعوت)

۲۔ ہر دعوت اثبات توحید اور بت پرستی کے رد پر مبنی تھی۔ اس میں زیادہ تر کسی قوم کے اجتماعی فرائض کی طرف اشارہ ہوتا تھا۔

چونکہ اس دور میں رسالت نہایت محدود مقاصد اور اقوام کے لئے تھی لہٰذا اس دور میں کوئی تفصیلی کتب بھی نہ تھیں بلکہ بعض نصائح اور چند صحائف موجود تھے۔

دور ثانی: انسانیت کے لڑکپن کے دور میں

یہ درمیانی دور تھا۔ اس دور میں عقائد کی اصلاح کے ساتھ ساتھ کچھ تشریع بھی بتائی گئی چنانچہ مندرجہ ذیل احکام خداوندی اس کی مثالیں ہیں۔

۱۔ باپ کے بدلے بیٹے کو اور بیٹے کے بدلے باپ کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ ہر انسان کو اسی کی غلطی کی وجہ سے قتل کیا جائے گا

۲۔ جب لوگوں میں جھگڑا ہو اور قاضی بنائے جاؤ تو نیکوکار کو بری کرو اور ظالم کو سزا دو۔

۳۔ اگر کسی عورت کا خاوند مرجائے اور وہ بے اولاد ہو تو وہ خاوند کے بھائی سے شادی کرے پھر اس سے اولاد پیدا ہو تو اس کو مرنے والے کا نام دیا جائے تاکہ بنی اسرائیل سے اس کا نام ختم نہ ہو جائے۔

مندرجہ بالا تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کا دور تہذیب و تمدن کی ترقی کا دور تھا چنانچہ ان کی تربیت کے لئے ابتدائی تعلیمات کو مذہبی تعلیمات کا حصہ بنا دیا گیا لیکن ان تعلیمات میں بھی تبدیلی پیدا کی گئی۔ قابل غور بات یہ ہے کہ زبور، توریت اور انجیل کا نزول اسی دور میں ہوا۔

دور ثالث: انسانیت کا دور شباب اور رسالت محمدیہ کا نزول

اس دور میں وحدانیت کا مکمل تصور پیش کیا گیا ہے، اور شرک کی تمام صورتیں ختم کر دی گئیں اب خدا کا ظاہری و باطنی شریک کوئی نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے

لیس کمثلہ شئی تمام بشریت کے لئے دعوت عام کر دی آنحضورؐ تمام کائنات کے لئے رسول بن کر آئے ۔ وما ارسلنک الا کافۃ للناس بشیرا و نذیرا (سبا آیت ۲۰) آپؐ کو تمام کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا وما ارسلنک الا رحمۃ اللعلمین آپؐ پر رسالت کا اختتام ہوا۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن الرسول اللہ و خاتم النبیین (احزاب) انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

(حدیث شریف)

قرآن مجید چودہ سال گزرنے کے باوجود تحریف سے بالکل پاک ہے بلکہ شبہ تحریف سے بھی پاک ہے انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون اسلام کا خدا رب العلمین ہے جس کے نزدیک سب انسان برابر ہیں اور عمل صالح کے بغیر ایک دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں رکھتے جو زیادہ پرہیزگار ہے وہی رب کے ہاں عزت والا ہے ۔ اسلام کا نبی کوئی مافوق الفطرت ہستی نہیں بلکہ وہ ایک جیتا جاگتا انسان ہے جو انسانوں کو ڈرا دھمکا کر اور تعجب میں ڈال کر دین کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتا بلکہ دعوت فکر و تامل دیتا ہے اور دین فطرت کی طرف بلاتا ہے ۔

ہندو مذہب:

مذہب کی جامع تعریفات کو سامنے رکھتے ہوئے اگر ہندو مذہب کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسے مستقل مذاہب کی فہرست میں شامل نہیں کیا جا سکتا ۔ اس لئے کہ عام طور پر مذہب میں چند بنیادی تصورات اپنی حدود و قیود کے ساتھ قائم کئے جاتے ہیں مثلاً تصور آخرت، تصور الوہیت دنیوی زندگی میں انسانی اعمال کا معیار شخصیات اور مذہبی لٹریچر وغیرہ

ان میں سے کوئی ایک بھی ہندو مذہب میں قطعی وضاحت کے ساتھ موجود نہیں تصور الوہیت تعدد الہ پر مبنی ہے تین بنیادی خداؤں کے علاوہ کروڑوں ایسے خدا معبود سمجھے جاتے ہیں کہ جن کا تعلق مظاہر فطرت سے ہے یا وہ خود ساختہ ہیں اور ان کی موجودگی میں انسان تسکین کی بجائے وحشت محسوس کرتا ہے جو کہ اس کی پریشانیوں میں مزید اضافہ کرتا ہے دوسری طرف یہ تصور ان میں طبقاتی تفریق بھی قائم کرتا ہے جو کہ ان کی وحدت اور تشخص کو شدید متاثر کرتی ہے ۔ ہندو مذہب سے تعلق رکھنے والا اس مادی زندگی کے مصائب میں جب روحانی ہدایت کو تلاش کرتا ہے تو وہ تعدد الہ کے پیچیدہ گھن چکر میں الجھ کر رہ جاتا ہے ۔

۲ ۔ اگر تصور آخرت کا جائزہ لیا جائے تو اس میں بھی انسان کو حتمی انجام کی تسکین تصور سے محروم رکھا گیا ۔ مصائب و آلام پر مشتمل ایسی زندگی کو اس کا دار الجزا بنا دیا گیا ہے چنانچہ وہ قوت محرکہ جو کہ تصور آخرت کی بنیاد پر انسان کو اعمال صالحہ کے تسلسل اور دوام پر آمادہ کرتی ہے بالکل شکستہ ہو جاتی ہے ۔

۳ ۔ انسانی تربیت کے دعویدار مذہب کی مذہبی تعلیمات پر مبنی لٹریچر ایک ایسے فلسفیانہ نظام پر مشتمل ہے کہ جس کا عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں، چنانچہ اس غیر فطری نظام کو اپنے سامنے پا کر ایک عام انسان بوکھلا اٹھتا ہے مذہبی شخصیات کے بارے میں ہندو مذہب کا رویہ انتہائی عجیب ہے ۔ وہ لوگ جنہوں نے ہندو مذہب کے لئے بنیادیں فراہم کیں یا خدمات سرانجام دیں انہیں دیو مالائی کردار کا حامل سمجھا جاتا ہے ۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ ہندوؤں کے نزدیک وہ ایسا انسان ہے کہ جس میں خدا نے حلول کیا ہے چنانچہ ایک عام آدمی پر اس کی سیرت کا کوئی اثر نہیں ہوتا قصے کہانیاں ہندوؤں کے مذہبی ادب کی بنیاد ہیں مجموعی طور پر یہ ایک ایسا مذہب ہے کہ جس کا ماننے والا اندھیری رات کا مسافر ہے اور اس کے سامنے کوئی منزل نہیں ۔

۴ ۔ تاریخ اعتبار سے ہندو مذہب تین ہزار سال قبل مسیح وجود میں آیا ۔ یہ وہ وقت تھا کہ جب آریہ لوگ ہندوستان میں کشمیر یا وسطی ایشیا کے راستے داخل ہوئے اور ان کے یہاں کے مقامی لوگوں کے ساتھ اختلاط کے نتیجہ میں ہندو مذہب وجود میں آیا ۔

ہندو کے لفظ کی دو تحقیقات بیان کی جاتی ہیں ۔

۱ ۔ ہندو کا لفظ "اند" سے بنا، جو انگریزی میں انڈس کہلاتا ہے ۔ دریائے سندھ کے اس پار رہنے والے لوگوں کی سرزمین کو اند کہا جاتا تھا اور وہاں کے باشندوں کو اندوس یا ہندوس کہتے تھے اور بعد میں یہ لفظ مختصر ہو کر ہندو بن گیا ۔

۲ ۔ آریہ لوگوں نے جب یہاں کے مقامی باشندوں پر حملہ کیا تو

باقی صفحہ ۱۸ پر

نفس لوامہ

رستم علی سلنگ گون

یہ نفس انسانی کی دوسری قسم ہے۔ جو نفس امارہ کو کچلنے کے بعد کا مرحلہ ہوتا ہے۔

تعریف:

یہ وہ نفس ہے جس میں کسی قدر صفائی پیدا ہو چکی ہوتی ہے۔ مگر اس میں ابھی تک پختگی نہیں ہوتی۔ اگر کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو پچھتا کر غفور و رحیم کے حضور توبہ کرتا ہے۔

ایک بزرگ نے نفس لوامہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

نفس لوامہ کا تعلق قلب منیب سے ہے اور یہ نفس صلحا۔ کو حاصل ہوتی ہے، جب نفس ناطقہ کی صفت امارہ فنا ہو کر اس میں صفت لوامہ پیدا ہوتی ہے اور نفس ناطقہ کو عالم لطیف سے قرب حاصل ہونے لگتا ہے بعض صوفیہ اس وجہ سے اس پردہ کو منزل ملکوت کہتے ہیں۔ اس وقت نفس ناطقہ کا نام نفس لوامہ ہوتا ہے۔

نفس لوامہ کے اچھے اور برے رجحانات:

اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں لا اقسم بیوم القیمۃ و لا اقسم بالنفس اللوامۃ یعنی قیامت کے دن کی قسم اور پشیمان ہونے والے شخص کی قسم۔ فرما کر نفس لوامہ کی قسم کھائی ہے اس لئے کہ انسان شروع میں کھیل کود اور خواہشات کی تسکین کے لئے مصروف کار رہتا ہے۔ وہ دنیا کی رنگینوں میں پھنس کر دائمی زندگی یعنی عاقبت کو خراب کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ لیکن جب وہ نفس امارہ کی شرارتوں اور ان کے نقصانات کو محسوس کرتا ہے تو وہ اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے اور برائی سے بچنے اور نیکی پر کاربند ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ جس سے نفس امارہ اور اس کا دائرہ کار آہستہ آہستہ محدود ہوتا چلا جاتا ہے اور آخر کار وہ فنا ہو جاتا ہے۔ اور نفس لوامہ اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے لگتا ہے۔ صحیح راہ پر چلنے اور غلط راہ چھوڑ دینے میں اطمینان محسوس کرتا ہے۔ عبادت تقویٰ اور اعمال حسنہ کی طرف رغبت کرتا ہے۔

انسانی وجود میں نفس لوامہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے پھر یہ حقیقت بھی ناقابل انکار ہے کہ یہی نفس لوامہ زندگی بعد موت کی ایک ایسی شہادت ہے جو خود انسان کی فطرت میں موجود ہے۔ کیونکہ فطرت کا تقاضا ہے کہ اچھے اور برے اعمال کا ذمہ دار خود انسان ہے اور جزا و سزا ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ جسے

انسانی زندگی بعد موت ضرور پالے گی۔ جس کی اسے دنیا میں خبر دی جاتی رہی تھی۔ اس لئے انسان کو چاہیے کہ اپنے اندر نفس لوامہ پیدا کرے اور اپنا محاسبہ کرتا رہے۔ قبل اس کے نامہ اعمال ہاتھ میں دیا جائے اور پوری زندگی کی فلم سامنے آ جائے۔

اس لئے ایک مومن کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اپنا دامن گناہوں سے پاک رکھے اگر کسی وجہ سے گناہ کا ارتکاب ہو جائے تو فوراً نفس لوامہ اسے توبہ استغفار کرنے پر مجبور کرتا ہے اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے تاکہ نیک مردوں جیسے اعمال بجا لائے جا سکیں۔ شیخ عطار فرماتے ہیں

ہر کہ پا اندر رہ مرداں نہاد
کی رود ہرگز بدنبال مراد

یعنی: جو شخص مردان خدا کی پیروی کرتا ہے وہ خواہشات نفسانی کے پیچھے ہرگز نہیں پڑتا" اس طرح وہ خواہشات نفسانی ترک کر کے راہ سلامتی پر گامزن ہوتا ہے۔ اکثر و بیشتر وہ علمائے حقیقی یعنی ارباب روحانی کی صحبت اختیار کر کے دل کی صفائی میں لگ جاتا ہے۔ ایسے افراد کے لئے شیخ عطار ان الفاظ میں خوشخبری سناتے ہیں۔

با فقیراں ہر کہ ہمدم می شود
در سرای خلد محرم می شود

ترجمہ: جو بھی فقیروں کا جلیس و ہمدم بن جاتا ہے وہ جنت کا محرم بن جاتا ہے۔ اس لئے وہ بچوں کی طرح کھیل کود میں وقت ضائع کرنے کی بجائے سفر آخرت کے لئے زاد راہ تیار کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ اللہ کے قہر و غضب سے ڈرتا ہے۔ عذاب الہی سے بچنے کے لئے ہوا و ہوس کو ترک کرتا ہے اور عبادات الہی، اطاعت رسول اور اتباع اولیائے کرام کو اپنا پسندیدہ مشغلہ بنا لیتا ہے۔ اس طرح تکبر و غرور، خود پسندی، شہوت رانی سرکشی اور دیگر امور جہالت کو ترک کرتا ہے۔ صالح لوگوں کے ساتھ رشتہ جوڑتا ہے اور رضائے الہی حاصل کرنے میں لگ جاتا ہے۔ یہ سب کچھ نفس لوامہ کے اوصاف ہیں۔

اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ لوگ گناہ کرتے ہیں مگر اپنے بد اعمالیوں پر پشیمان ہونے اور توبہ استغفار کرنے کی بجائے مزید گناہ کا ارتکاب کرتے چلے جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا خیال یہ ہوتا ہے کہ "بڑھاپے کی عمر میں توبہ کی جائے گی" کتنا خام خیال ہے" کس کے پاس زندگی کی گارنٹی ہے" کس قدر نادان ہے وہ عقل جو گناہ حال ہی میں کرے اور توبہ کو مستقبل میں ملتوی رکھے اور رجوع الی اللہ میں سستی کرے یہ حماقت نہیں تو اور کیا ہے" وقت کی فرصت کو غنیمت جان کر آخرت کی تیاری کرنا اور گزشتہ بد اعمالیوں پر پچھتا کر راہ راست پر آنا نیک بختی کی علامت ہے کیونکہ جب تک ہم خود اپنی حالت کو بدلنے کی کوشش نہیں کرتے کوئی دوسرا اگر بالجبر ہماری حالت کو نہیں بدل سکتا۔ ان اللہ لا یغیر بقوم حتی یغیروا و اما بانفسھم

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

علاج

اگر ہم حضرت امیر کبیرؒ کے اس فرمان پر غور کریں تو اس میں نفس کا بہترین علاج موجود ہے۔ علم حقیقی اور معرفت حق کے ذریعے اپنے نفس اور اس کے عیوب و آفات کی حقیقت، ماہیت کو جانے اور اس معرفت نفس کو پروردگار عالم کی معرفت کی کنجی بنائے اللہ کی رضامندی کے راستے پر چلے اور قرب الہی اور اس کے اسباب کو پہچانے اور حجاب و محرومی کے خطرے، بدبختی و رسوائی کی آفت سے آگاہ ہو جائے۔ دنیاوی امور کے حقیر ہونے کا یقین کرے اپنے نفس کو مذموم مقامات سے دور رکھے۔ کیونکہ ارشاد نبویؐ ہے۔

"لیس للمؤمن ان یذل نفسہ یعنی مومن کو مناسب نہیں کہ اپنے نفس کو برے کاموں میں ڈال کر ذلیل کرے بلکہ نفس کشی کی راہ کو اختیار کرے۔ پاکیزہ نفس کا مالک بن جائے تاکہ دین و دنیا اور آخرت میں سعادت مند کہلایا جائے۔

(جاری ہے)

بقیہ: مجموعہ شریعتاً محمدیہ

بار استعمال کرنا جائز ہے چنانچہ چلنے پھرنے کی طاقت نہ رکھنے والے کمزوروں اور مریضوں کو تیمم کرنے کی ضرورت پڑے تو وہ ایک برتن میں پاک مٹی رکھ کر تیمم کیلئے غیر محدود مدت تک اس کا استعمال کر سکتے ہیں۔

(جاری ہے)

شاہ ہمدان کی تحریک اور کارہائے نمایاں

پروفیسر عبدالقیوم قریشی وڈاکٹر محمد یونس

برصغیر پاک و ہند میں تبلیغ کا فریضہ صوفیائے کرام نے انجام دیا، وادی کشمیر میں جن اولیائے کرام اور صوفیائے عظام اور باعظمت ہستیوں نے اسلامی تعلیمات کو فروغ دیا ان میں امیر کبیر سید علی ہمدانی کی شخصیت نمایاں نظر آتی ہے ۔ آپ ان سابقون اولون میں سے ہیں جن کی مساعی جمیلہ سے اس وادی میں اسلام کا پودا کاشت ہوا آپ کی توجہ اور کوشش سے یہاں اسلام نے ترقی کی اور آج تک اس خطہ زمین پر آپ کے روحانی انوار و برکات محسوس کئے جا رہے ہیں۔

آپ کشمیر میں "امیر کبیر"، "میر" اور "شاہ ہمدانی" کے نام سے مشہور ہیں آپ کا اصل نام علی ہے۔ آپ کو مرید، علی ثانی کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

دائرۃ المعارف میں ہے۔

"سید کے والد ماجد سید شہاب الدین ہمدان کے حاکم اور امیر تھے، باپ کی مناسبت سے آپ کو بھی امیر کہتے تھے، آپ کے ممتاز اور ارفع مقام و منزلت کی بدولت آپ کو امیر کبیر کہا گیا، سادات کو احتراماً بھی "میر، امیر" اور "میرزا" کہتے ہیں"

"برصغیر پاک و ہند میں جب کوئی سید اپنی روحانی وجاہت قائم رکھتا تو لفظ "میر" اس کے نام کا جزو بن جاتا تھا۔"

اسی مناسبت سے سید علی ہمدانی امیر کبیر کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کا لقب شاہ ہمدان بھی ہے جو پہلے کشمیر اور پھر برصغیر پاک و ہند میں مشہور ہوا۔ شاہ تو آپ کو احتراماً کہا جاتا تھا اور ہمدان آپ کا وطن مالوف تھا۔ جیسا کہ رسالہ مستورات میں ہے کہ

"بعد از ہجرت من ہفت صد و سیزدہ سال در زمین عراق در شہر ہمدان آن ستارہ طلوع خواہد نمود"

(یعنی میری ہجرت کے سات سو تیرہ سال بعد وہ ستارہ عراق کے شہر ہمدان میں طلوع ہوگا۔)

آپ کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ پیر ۱۲ رجب المرجب ۷۱۳ھ مطابق ۱۳۱۳ء کو تولد ہوئے۔

مختلف تذکرہ نگاروں نے آپ کو کئی طرح کے القاب سے یاد کیا ہے تہران کے رسالہ "یغما" میں آپ کو قطب زماں، شیخ سالکان جہاں لکھا ہے۔ رسالہ فتوحیہ میں آپ کو قطب الاقطاب، محی العلوم الانبیاء والمرسلین، افضل المحققین و اکمل المدققین السیوخ الکامل، الاکمل، المحقق الصمدانی کے القاب دیے گئے ہیں تذکرہ الشعراء دولت شاہ میں آپ کو "سلطان السادات والعرفاء" کہا گیا ہے ینابیع المودۃ میں آپ کو ولی الکامل، صاحب الکشف و الکرامت، زبدۃ السادات، قدوۃ العارفین، مولانا و مقتدانا کے القاب دیے گئے ہیں۔

رسالہ مستورات میں شاہ ہمدانی کو فخیر قدوم، مغیث روم، برگزیدہ آفاق، میر اللہ منش، خلاصہ خاندان مصطفویؐ، سلالہ دودمان مرتضوی، نور افزائے خورشید مبین، منیر قطب فلک

بریں کے معلی القاب سے نوازا گیا ہے۔

جعفر بدخشی نے سید کو ان ناموں سے یاد کیا ہے

شاہباز باپرواز آشیان محی

شاہسوار میدان عزہ محی

شمس سمائی قدوسی

نور فضائی قدوسی

کیمیای وجود اناسی

مختیار خیار حضرت الرحمن

الشکور الغفور بجناب الدیان

قرۃ عین محمد الرسول

ثمرہ فواد المرتضی والبتول

المطلع علی الحقائق والتفاسیر

المرشد الطالبین فی الطریق السبحانی

الموصل للمتوجھین الی الکمال

الرحمانی العارف المعروف بالسید علی ہمدانی

ان القابات جلیلہ اور خطابات حمیدہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ لوگوں کی نگاہ میں شاہ ہمدانی کا کیا مقام تھا۔

آپ کا سلسلہ نسب والد کی طرف سے ۱۹ ویں پشت میں حضرت علیؓ سے جا ملتا ہے اور والدہ کا سلسلہ نسب سترھویں پشت میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

سید علی ہمدانی نہ صرف ایک مقتدر اور محترم خاندان کے فرزند تھے بلکہ خود بھی ذہین وفطین اور جوہر قابل تھے، بچپن ہی سے آپ میں رشد وہدایت کی خوبیاں نمایاں تھیں عام بچوں کی طرح کھیل کود کی بجائے آپ کا رجحان حصول علم کی طرف تھا ابتدائی تعلیم اپنے ماموں علاء الدولہ سمنانی حاکم ہمدان سے حاصل کی اور انہی کی سرپرستی میں کلام پاک حفظ کیا خود فرماتے ہیں۔

مرا خالی بود بلقب سید علاء الدین گفتندی و اواز اولیاء اللہ بود واز حسن تربیت اودر صغر سن مرا قرآن محفوظ گشت

میرے ایک ماموں تھے جن کا لقب سید علاؤالدین تھا وہ اولیاء اللہ میں سے تھے ان کے زیر تربیت مجھے بچپن ہی میں قرآن حفظ ہو گیا تھا۔

آپ نے بارہ سال کی عمر تک اپنے ماموں ہی سے کسب فیض کیا اور تمام دینی علوم حاصل کئے طریقت و حقیقت کے مدارج بھی طے کئے اور عقلی ونقلی علوم بھی انہی سے سیکھے۔

ازاں بعد شاہ ہمدانی کے ماموں نے آپ کو ایک عارف باللہ اور صوفی باصفا اخی شیخ تقی الدین ابوالبرکات علی دوستی کی خدمت میں پیش کیا آپ کے ماموں شیخ علاؤالدین اگرچہ باکمال اور تصوف میں منفرد مقام کے حامل تھے اس کے باوجود وہ شیخ اخی کے آستانہ خلوت پر بوسہ دیتے تھے۔

سید علی ہمدانی نے ان سے پوری طرح کسب فیض کیا انہوں نے دیکھا کہ ان کے شیخ اخی صبح وشام خلوت میں ذکر کرتے وقت سر کو ہلاتے بھی ہیں۔ آپ نے پوچھا کیا ذکر میں سر ہلانا ضروری ہے تو شیخ نے فرمایا۔ مجھے شیخ محمود مزدقانی نے اسی طرح تعلیم دی ہے۔ آپ نے بھی خواہش کی کہ مجھے بھی ذکر کی تعلیم فرمائیں۔ استاد نے قبول کیا۔ جب تین دن تک استاد کے ساتھ ذکر میں مشغول رہے تو ایک روز اچانک ان پر استغراق کی کیفیت طاری ہو گئی۔ دیکھتے کیا ہیں ، سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونچی چھت پر تشریف فرما ہیں۔ انہوں نے بھی حضورؐ کی خدمت میں اوپر جانا چاہا تو حضورؐ نے فرمایا کہ شیخ شرف الدین محمود مزدقانی کی خدمت میں جاؤ وہ تمہیں اس اعلیٰ مقام تک پہنچائیں گے۔

چنانچہ شاہ ہمدانی اپنے استاد اخی علی دوستی کی معیت میں رے۔ میں شیخ مزدقانی کی خدمت میں پہنچے۔ تو انہوں نے گوہر مقصود حاصل کرنے کی خاطر سالک حقیقت کی اس طریق پر تربیت کی کہ ان میں خالص للھیت کا جذبہ ابھرے اور دل خدمت گزاری سے معمور ہو، انہوں نے ہدایت کی کہ ہماری خانقاہ کی صفائی پر جو حبشی غلام متعین ہے ان کے سامنے جوتے اٹھا کر رکھنے ہوں گے۔

گویا شیخ نے سب سے پہلے اس بات کا احساس دلایا کہ اگر خانہ خدا کا احترام مقصود ہے تو شعائر الہی کی تعظیم و تکریم بجا لانے والا خواہ ایک ادنیٰ خادم ہی کیوں نہ ہو اس کا احترام کرنے

میں کوئی عار نہیں ہونا چاہیے۔

چونکہ سید علی ہمدانیؒ ایک حاکم کے بیٹے اور اعلیٰ خاندان کے چشم و چراغ تھے ان کے گھر میں نوکر چاکر خدمت گزاری کے لئے موجود تھے اور دولت و حشمت، جاہ و مرتبت اور عزت شہرت سے انسانی طبع میں رعونت و تکبر آجاتا ہے اس لئے اس کے تزکیہ و تصفیہ کے لئے نفس کو مارنے کی بھی ضرورت تھی لہذا شیخ مزدقانیؒ نے یہ حقیر کام انہیں سونپا۔ چنانچہ آپ نے برضا و رغبت اس خدمت کو قبول کیا اور بیعت کر لی۔

اسی طرح ایک سال گزر گیا لیکن گوہر مقصود حاصل نہ ہوا آپ نے شیخ سے التماس کی کہ مجھے خاکروب کا کام سونپ دیں تو شیخ نے جواب دیا

"خاکروب خانقاہ کا صحن صاف کرتا ہے اور تم اپنے نفس کو بھی پاک نہیں کر سکتے۔ جاؤ خلوت میں جا کر ہمت سے کام لو تاکہ تمہارا مقصود پورا ہو۔"

شیخ کی ہدایت پر سید علی ہمدانیؒ نے ایک دوسری آزمائش کو بھی خندہ پیشانی سے قبول کیا تین مہینے تک آپ کو زنجیروں میں رکھا گیا نہایت قلیل خوراک جس سے صرف زندگی بچ سکے آپ کو دی جاتی تھی ۔ یہ زمانہ "چاہ زندان" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، نور الدین جعفر بدخشی لکھتے ہیں۔

حضرت کو کسنی میں چاہ زندان میں ڈالا گیا وہاں آپ یہ مناجات کیا کرتے تھے۔

الا ایھا المامول فی کل حاجۃ
رجوتک فاکشف ضر مابی وفاقتی
الا یا رجائی انت کاشف کربتی
فھب لی ذنوبی واقض حاجتی

(اے ہر حاجت کی جائے امید میں نے تیری طرف رجوع کیا ہے اس لئے تو میری مصیبت اور غربت و فاقہ کشی کا مداوا کر۔
اے امیدوں کے مرکز تو ہی رنج و اندوہ دور کرتا ہے میرے گناہ معاف فرما اور میری حاجت پوری کر دے۔"

آپ جب مناجات کرتے تھے تو شیخ مزدقانیؒ کے دوسرے مرید آپ کی مناجات سنتے تھے۔

آپ نے اس قدر سوز و گداز اور خلوص و محبت سے مناجات کی کہ آپ کو حضور حاصل ہوا اور آپ پر استغراق کا یہ عالم تھا کہ شیخ مزدقانیؒ دوسرے مریدوں کو منع کرتے تھے کہ سید کے سامنے بلند آواز سے ذکر نہ کریں۔ کیونکہ ان کی جان کا خطرہ تھا۔ شیخ نے حضرت ہمدانیؒ کو ایسے کٹھن مراحل سے گزارا کہ آپ نے ہر خدمت بڑی سعادت مندی سے قبول کی۔ آپ شیخ کے بیت الخلاء میں رکھے جانے والے ڈھیلے اپنی پیشانی سے صاف کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ کی پیشانی کا گوشت گھس گیا اور ہڈیاں نظر آنے لگیں لیکن آپ نے اپنی ٹوپی سے ڈھانپ کر رکھا ایک دن اتفاق سے شیخ کی نگاہ پڑ گئی تو فرمایا

یا سید ایں قدر رنج بر جان خود نباید کرد

(یعنی اے سید اپنی جان کو اتنی مصیبت اور رنج میں نہیں ڈالنا چاہیے اگر ہو سکے تو درویشوں کی طہارت کے لئے پانی لایا کرو)

نور الدین جعفر بدخشی نے لکھا ہے کہ حضرت سید علی ہمدانیؒ خود فرماتے ہیں کہ "ایک دفعہ میں شیخ محمود مزدقانیؒ کے ساتھ سفر میں تھا، شیخ اور تمام مریدین روزہ سے تھے میں ان کے لئے چھ میل راستہ طے کر کے پانی لے کر آیا شیخ نے اول وقت میں نماز عصر پڑھی میں بھی جماعت میں شامل تھا کہ کسی شخص نے برتن کا پانی پی لیا اور جو باقی بچا وہ گرا دیا، نماز کے بعد میں دوبارہ اسی جگہ گیا اور وہاں سے پانی لے کر قیام گاہ پر افطاری کے وقت پہنچ گیا شیخ نے بڑے تعجب سے مجھے دیکھا اور تبسم فرمایا اسی رات مجھ پر ایسے اسرار و رموز کا انکشاف ہوا کہ چلوں میں نہ ہو سکے تھے۔

شاہ ہمدانیؒ نے چھ سال تک شیخ مزدقانیؒ کی خدمت میں گزارے، اس ریاضت کے زمانہ میں کوئی دنیاوی بات آپ کی زبان پر نہ آئی۔

۱۳۴۰ء میں چھ سال گزارنے کے بعد آپ دوبارہ اخی علی دوستیؒ کی خدمت میں آئے وہاں سال میں ایک دفعہ فقراء و مریدین کا بہت بڑا اجتماع ہوتا تھا۔

سید علی ہمدانیؒ فرماتے ہیں کہ

"وہاں خانقاہ کی مسجد ابھی زیر تعمیر تھی میں رات کو وہاں جاتا اور صبح تک اینٹیں اکٹھی کرتا صبح دوبارہ خانقاہ میں آ کر شیخ کے ساتھ نماز فجر ادا کرتا تھا تین ماہ میں مسجد تعمیر ہو گئی۔

سید کے روحانی سفر و سلوک کا ایک عجیب و غریب واقعہ ہے کہ اخی علی دوستی کے سامنے فجر کی نماز کے بعد درویش ورد وظائف سے فارغ ہونے کے بعد جسمانی محنت کرتے، شیخ اکثر فرماتے کہ یہ پتھر وہاں لے جائیں پھر کہتے وہاں سے یہاں لے آئیں سید علی ہمدانی بھی ان میں شامل تھے، ایک دن انہوں نے شوخی کے انداز میں پوچھ لیا کہ

در نقل سنگ ہا فائدہ چیست (یعنی پتھر منتقل کرنے کا فائدہ کیا ہے) باوجودیکہ اخی علی دوستی سید کی بے حد تعظیم کرتے تھے لیکن ان کے اس جملے نے غیرت طاری کر دی جوتا اتار کر سید کی پشت پر اس زور سے مارا کہ نشان پڑ گیا اس کے ساتھ ہی فرمایا

اس کا فائدہ یہ ہے کہ نافرمان نفس بھی اہل اسلام کے زمرہ میں شامل ہوں"

سید علی اخی دوستی نے آپ کے ساتھ قرابت داری کے باوجود کسی جانبداری اور پاسداری کے بغیر آپ کی باطنی اور قلبی تربیت کی اور تزکیہ باطن کی پوری مشق کا اعادہ کیا کہ مراقبہ اور عزلت نشینی کی وجہ سے کہیں انسانی قوی مضمحل نہ ہو جائیں اس لئے چستی، ہوشیاری اور پھرتی کے لئے جسمانی ریاضت کا خاص خیال رکھا۔۔دو سال کے بعد اخی علی دوستی نے سید علی ہمدانیؒ کو دوبارہ شیخ محمود مزدقانی کی خدمت میں چلے جانے کا حکم دیا، ابھی وہ رخصت نہیں ہوئے تھے کہ سید علی دوستی کا انتقال ہو گیا ان کی تجہیز و تکفین کے بعد آپ شیخ مزدقانی کی صحبت میں چلے آئے۔

شیخ مزدقانیؒ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ شاہ ہمدانی مختلف ممالک کی سیاحت کر کے اپنی تعلیم کی تکمیل کریں۔ چنانچہ اپنے مرشد کے فرمان کے مطابق آپ نے تقریباً ۲۱ سال تک مختلف ممالک کا دورہ کیا اور متعدد علماء و فقہاء اور صوفیائے کرام کی صحبت اختیار کر کے ان سے کسب فیض کیا۔

سید علی ہمدانی صوفیاء کے سلسلہ فتوت سے منسلک تھے آپ نے خرقہ فتوت شیخ ابو المیامن نجم الدین محمد بن محمد الاذکانی سے حاصل کیا تھا۔

فتوت یا جوانمردی صوفیانہ اصطلاح میں شریعت، طریقت اور حقیقت کی طرح ایک مسلک ہے جس سے دین اسلام کے اعلیٰ اخلاق نمایاں اور تصوف کے اعلیٰ مدارج کامل صورت میں ظاہر ہوتے ہیں اس کا موضوع انسانی نفس ہے۔ فتوت کی برکات سے نفس افعال جمیلہ اور صفات حمیدہ کا مظہر بن جاتا ہے اس کا سرچشمہ بھی دیگر مسالک کی طرح، منبع ہدایت شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔

فتوت کی کئی توجیہات ہیں جو قرآن کریم، احادیث رسول مقبولؐ، حضرت علیؓ اور دوسرے بزرگوں کے اقوال کی روشنی میں کی جاتی ہیں۔ سید علی ہمدانی نے فتوت کی اہمیت کے پیش نظر اس موضوع پر ایک رسالہ فتوتیہ بھی لکھا ہے فتوت کے تین درجے ہیں سخا، صفا، اور وفا۔

فتوت کے آئین میں یہ باتیں شامل ہیں۔

"صدق دل سے توبہ، دنیاوی تعلقات اور مشغولیت سے اجتناب، دل اور زبان کی سچائی اور موافقت، بزرگوں کی اقتداء اور ہر قسم کی خواہشات سے پرہیز، بشرطیکہ طالب دین اسلام کا پابند ہو، مردانگی، بلوغت، عقل۔ پختگی، مروت و خیر خواہی اور حیا کا مالک ہو۔"

حلقہ فتوت میں آنے والے ایک دوسرے کو اخی کہتے تھے، سید علی ہمدانی لکھتے ہیں کہ اخی کو چاہیئے کہ

مکارم اخلاق کا حامل اور فضائل جلیلہ سے آراستہ ہو، بزرگوں کا احترام کرے، جوانوں کو پند و نصیحت کرے، بچوں پر شفقت اور کمزوریوں پر رحم کرے، نیز درویشوں میں سخاوت، علماء کی تعظیم، ظالموں سے دشمنی، اور فاسق و فاجر کی تذلیل کرے اور مخلوق خدا سے احسان و مروت سے پیش آئے، اسی طرح وہ اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑائے، نفس کے خلاف جہاد کرے مخلوق خدا سے صلح و مصالحت رکھے۔ خواہشات اور شیطان کے خلاف جنگ کرے اس کے علاوہ لوگوں کی زیادتیوں کو برداشت کرے۔ دشمنوں کے مقابلے میں بردباری کا مظاہرہ کرے، مصائب پر صبر کرے، امید کی حالت میں شکر کرے۔

مزید لکھا ہے کہ اسے چاہیئے کہ اپنے نفس کی برائیاں پہچانے اور دوسروں کی عیب جوئی نہ کرے، شریعت میں پکا اور طریقت میں ثابت قدم ہو، تہمت طرازی کی باتوں سے احتراز کرے، علم نجات کو طلب کرے، غافل اور بے کار لوگوں سے

کنارہ کشی اختیار کرے، دنیا کی کوتاہ نظری پر صبر کرے، آخرت کے احوال اور اس کی ہولناکیوں پر سوچ و بچار کرتا رہے، اپنے قول و فعل کی برائی سے ڈرتا رہے اور قیامت کی رسوائی سے خائف رہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کے حوالے سے سید علی ہمدانی لکھتے ہیں کہ "فتوت کی حقیقت یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے اخی خیر و احسان کا ذریعہ بنے، بندگان خدا کے آرام و راحت کا وسیلہ بنے اور احسان کی بنیاد پر بروں کے مقابلے میں برائی کی شطرنج نہ کھیلے۔

وہ اخی جو عفت، امانت، شفقت، حلم و بردباری، تواضع اور تقویٰ کی صفات سے آراستہ ہوتا تھا، تو اسے آستانہ خدمت میں تعلیم و تربیت کے لئے پسند کر لیا جاتا تھا، خرقہ فقر کا ایک حصہ اسے عطا کیا جاتا تھا۔ شیخ نجم الدین محمد بن محمد اذکانی نے خرقہ فتوت کے علاوہ سید علی ہمدانی کو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرش مبارک اور خیمہ شریف کی چوب بھی مرحمت کی تھی یہ دونوں تبرک شاہ ہمدانؒ کی مسجد سری نگر میں محفوظ ہیں۔

سید علی ہمدانی نے شیخ کے حکم کے مطابق تین دفعہ اکثر اسلامی ممالک اور علاقوں کا سفر کیا، اور اس سفر کے دوران چودہ سو درویشوں کے ساتھ ملاقات کی، جب آپ اپنا یہ طویل سفر ختم کرنے کے بعد اپنے وطن واپس پہنچے تو امیر تیمور کا عہد حکومت شروع ہو چکا تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امیر تیمور، شاہ ہمدان اور ان کے باا‌ثر سید خاندان کے سب لوگوں کو قتل کرانے کا ارادہ کر چکا تھا اس لئے سید علی ہمدانی کو اپنا وطن چھوڑ کر کشمیر جانا پڑا۔

ٹامس بیل نے لکھا ہے "شاہ ہمدان تیمور کے حملے سے بچنے کی غرض سے جلاوطن ہوئے۔

نزھۃ الخواطر میں ہے ان کے اور امیر تیمور گورگان کے درمیان حکمت کے معنی پر اختلاف ہوا اور وہ کشمیر چلے گئے۔" رسالہ مستورات میں لکھا ہے کہ

"سید علی ہمدانی ہمیشہ سفر و حضر میں قبلہ رو بیٹھا کرتے تھے ایک روز آپ پر کشف و حضور کی کیفیت طاری ہو گئی تو آپ نے عالم واقعہ میں دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔

"اے فرزند کشمیر جاؤ اور وہاں کے رہنے والوں کو مسلمان کرو۔ اگرچہ بعض کشمیری شرف اسلام سے مشرف ہیں مگر کافروں سے بدتر اور مشرک ہیں۔

جب صبح ہوئی تو سید علی ہمدانی نے فرمایا "ہم کشمیر جائیں گے" سید علی ہمدانی اس سے قبل کئی دفعہ کشمیر آئے تھے اپنی پہلی سیاحت کے دوران آپ ۷۴۱ھ میں کشمیر میں تھے۔

۷۶۰ھ میں آپ نے اپنے دو معتقد آدمیوں کو مقامی حالات دریافت کرنے کے لئے کشمیر بھیجا۔

تاریخ کشمیر میں ہے کہ جب ۷۷۱ھ میں کشمیر تشریف لائے تو ان دنوں کشمیر میں سلطان شہاب الدین کی حکومت تھی بادشاہ وقت آپ کے ساتھ بڑی عقیدت سے پیش آیا۔ آپ اور آپ کے رفقاء نے بڑی سرگرمی کے ساتھ اشاعت اسلام شروع کی

شاہ ہمدانی کے ساتھی قوام الدین کا کہنا ہے کہ "جب ہم کشمیر گئے تو دیکھا کہ اس سرزمین میں ایمان و اسلام ذرہ بھر نہیں، شہر میں پہنچے تو مسجد کی بجائے ہر جگہ بت خانہ نظر آیا۔"

سید علی ہمدانی کی کوششوں سے ۳۷ ہزار کشمیری ہندو دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ کشمیر پہنچ کر آپ نے محلہ علاؤ الدین پورہ میں قیام کیا۔ پانچ وقت کی نماز دریا کے کنارے، جہاں اب آپ کی خانقاہ ہے ادا کرتے، اور خلقت کو رشد و ہدایت سے فیض یاب کرتے۔

اس مرتبہ شاہ ہمدانی نے کشمیر میں صرف چار ماہ تک قیام کیا تھا پھر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔

شاہ ہمدانی نے اپنے آبائی وطن اور مولد شریف کو ناگزیر حالات کی بنا پر چھوڑا تھا، اور آپ نے ابھی خطہ ختلان کو علم و ادب کی ترویج اور اسلامی احکام کی تبلیغ کا مرکز بنایا ہی تھا کہ فتنہ تیمور کی بنا پر ترک وطن کرنا پڑا۔

نزھۃ الخواطر میں ہے کہ سید موصوف اپنے عزیزوں اور ہمراہیوں میں سے سات سو کی جماعت کے ساتھ کشمیر متوطن ہوئے۔

دوسری دفعہ سید علی ہمدانی، سلطان قطب الدین کے عہد میں کشمیر تشریف لائے۔

امین احمد رازی نے لکھا ہے کہ
سلطان قطب الدین کے عہد حکومت میں سید علی ہمدانی کشمیر آئے اور صرف چالیس روز قیام کیا۔

تاریخ فرشتہ اور سیر المتاخرین میں ہے کہ سید نے سلطان قطب الدین کے نام خط بھی لکھا تھا اس نے بڑی تعظیم سے جواب دیا اور کشمیر آنے کی استدعا کی جب حضرت سری نگر کے قریب پہنچے تو سلطان نے خود استقبال کیا۔

ابو الفضل نے بھی آئین اکبری میں لکھا ہے کہ سلطان قطب الدین نے میر ہمدانی کی بڑی عزت و تکریم کی تھی۔

۷۷۳ھ سے سید علی ہمدانی کی آمد و رفت کا جو سلسلہ ختلان میں تھا، حج بیت اللہ سے واپسی پر دس ماہ ادھر ادھر گزارنے کے بعد خطہ کشمیر کو آپ نے جائے عافیت بنایا۔ علوم و تہذیب اسلامیہ کی شمع فروزاں اب ختلان کی بجائے کشمیر میں ضوفشاں ہوئی اور آپ کی آمد و رفت کا مرکز کشمیر بن گیا۔

کشمیر میں اڑھائی سال گزارنے کے بعد شاہ ہمدانی ۷۸۳ھ میں لداخ کے راستے ترکستان گئے اور مختلف اطراف کی سیر و سیاحت کی۔

تحائف الابرار میں ہے کہ اس دفعہ آپ نے شہر الفیوس میں اصحاب کہف کی بھی زیارت کی تھی۔

پھر آپ تیسری بار ۷۸۵ھ میں کشمیر آئے۔

حضرت شاہ ہمدان جن سات سو علوی سادات کو اپنے ساتھ کشمیر لے گئے تھے ان میں بڑے بڑے علماء و فضلاء بھی شامل تھے، ان حضرات نے کشمیر کے مختلف مقامات پر خانقاہیں تعمیر کیں، جنہیں تبلیغ اسلام کے مرکز کے طور پر استعمال کیا جاتا

تھا اور اس طرح ان خانقاہوں سے اسلامی فیض کا چشمہ جاری ہوا جس نے وادی کے چپے چپے کو سیراب کر دیا۔

سید علی ہمدانی نے اپنی رہائش کے لئے محلہ علاؤ الدین پورہ کشمیر کو پسند کیا تھا چونکہ آپ کی زندگی کا مشن تبلیغ اسلام اور اشاعت دین تھا اس لئے آپ نے اس کام کا بیڑا بڑے شدومد سے اٹھایا۔ دریائے جہلم کے کنارے کے قریب ہی اس غرض کے لئے آپ نے ایک وسیع و عریض خطہ زمین مخصوص کر لیا۔ یہ

خطہ ریاضت و عبادت کے علاوہ نماز باجماعت کے لئے ایک مسجد کا کام بھی دیتا تھا یہاں ایک ایسی شمع روشن ہو گئی تھی کہ جس کی کرنیں پوری وادی کو منور کر رہی تھیں، بادشاہ سے لے کر عوام تک سبھی اس جگہ حاضر ہو کر اپنی جھولیاں گوہر مراد سے بھرتے تھے، اور علم و عرفان سے بہرہ یاب ہوتے تھے، یہ جگہ خانقاہ معلی یا مسجد شاہ ہمدان کے نام سے مشہور ہے۔ شاہ ہمدان نے ختلان میں ایک وسیع کتب خانہ بھی قائم کیا تھا جسے آپ کشمیر آتے ہوئے ساتھ لے آئے تھے، اس کا پورا انتظام آپ کے مرید خاص سید محمد قاضی کو تفویض ہوا تھا۔

مولانا سید عباس کی ایک تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت امیر کبیر کشمیر میں وارد ہونے کے بعد اشاعت اسلام کی خاطر سکردو میں تشریف لے گئے تھے، اور اہل سکردو آپ ہی کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے، وہاں آپ نے متعدد مسجدیں بنوائیں، سب سے پہلے کھری ڈونگ کے مقام پر ایک مسجد تعمیر ہوئی اس کے بعد سکردو میں ایک جامع مسجد تعمیر کرائی اس مسجد میں راجہ علی شاہ کے عہد تک نماز جمعہ و جماعت پنجگانہ ہوتی رہی پھر دیگر مقامات پر اشاعت اسلام اور مساجد کی تعمیر کا انتظام ہوا۔

اسکردو اور اس کے گرد و نواح کے باشندوں کو دین اسلام سکھانے کے بعد آپ شگر تشریف لے گئے۔ اور وہاں مذہب اسلامی کی اشاعت شروع کر دی، شگر کے دور دراز علاقوں، باشہ، چھورکا، چھرترون، تھیمار وغیرہ میں بھی قیام فرما کر ایک عالی شان مسجد تعمیر کرائی، یہ پہلی مسجد تھی جو علاقہ شگر میں تعمیر ہوئی، کہتے ہیں اس مسجد کے گنبد میں آپ کا عصا اب تک موجود ہے۔

چھ بروجی میں بھی آپ نے ایک بہت بڑی مسجد بنوائی تھی، جس کی اندرونی دیواروں پر آپ نے اپنے ہاتھ سے سورۃ مزمل اور دیگر کئی سورتیں جلی خط میں لکھی تھیں۔

آٹھویں صدی ہجری سے یہ "خانقاہ معلی" کشمیر میں اشاعت اسلام کا اہم مرکز اور علوم قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف کی درس گاہ رہی ہے۔ کشمیر میں تاریخ اسلام یا اسلامی فن تعمیر پر بحث کرتے ہوئے ہم اس خانقاہ یا جامع مسجد کو نظر انداز نہیں کر سکتے، یہ مسلمانوں کی تہذیب، ثقافت اور دین کی

داستان عظمت ہے، سروالٹرلارنس نے اسے کشمیر کا مقدس ترین مقام اور شہر کی انتہائی دلکش چیز لکھا ہے۔

یہ مقدس بارگاہ کشمیر میں مرجع خاص وعام ہے اس میں سید علی ہمدانی کے تبرکات بھی موجود ہیں۔

رسالہ مستورات میں ہے

"کشمیر میں حضرت شاہ ہمدانی کی درگاہ، خانقاہ معلی کے نام سے مشہور ہے اور تمام مسلمان صبح وشام روزانہ وظائف اور فرض نمازوں کی ادائیگی کے لئے وہاں جا کر نیاز مندی کے مراسم بجالاتے ہیں اور ہر ایک کے مطالب ومقاصد برآتے ہیں۔"

شاہ ہمدانی کی اولاد میں سے ایک بیٹی اور بیٹے کا ذکر ملتا ہے آپ کے بیٹے کا نام میر محمد ہمدانی ہے جو بارہ سال کی عمر میں شفقت پدری سے محروم ہوگئے تھے، حاجی محی الدین لکھتے ہیں کہ

"تیسری بار سید علی ہمدانی اپنی علالت کی بنا پر کشمیر میں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکے۔"

خلاصۃ المناقب میں ہے کہ اس سفر کی غرض وغایت بھی حرمین شریفین کی زیارت تھی۔

جب آپ نے رخت سفر باندھنے کا ارادہ کیا تو سلطان نے بہت منت سماجت کی کہ آپ اپنا ارادہ ملتوی کر دیں، لیکن آپ نے نہ مانا اور اپنی عدم موجودگی میں اپنے ایک مرید خاص محمد بلخی کو سلطان کو شرعی معاملات میں ہدایت دینے کے لئے چھوڑ دیا۔

آپ کشمیر سے ۷۸۶ھ کو حج بیت اللہ کے ارادے سے نکلے اور پکھلی اور وہاں سے کافرستان کے مقام کو نار پہنچے، وہاں کے حاکم سلطان محمد خضر شاہ نے آپ کو بطور مہمان ٹھہرایا اور چند روز تک اپنے ہاں قیام کرنے کی درخواست کی جسے آپ نے قبول کر لیا۔

آپ نے ذی قعدہ کا مہینہ وہیں بطور مہمان گزارا۔ یکم ذی الحجہ کو آپ نے درویشوں کے ساتھ عزلت گزینی اختیار کر لی، اسی روز ظہر کی نماز کے بعد علیل ہوگئے اور پانچ روز تک اسی عالم میں گزر گئے اس دوران آپ نے کچھ نہیں کھایا۔ البتہ آخری دن چند بار پانی پیا، ۶ ذی الحجہ کو نماز عشاء کے بعد ساتھیوں کو بلایا اور انہیں وصیت کی۔

"ہمیشہ حق کے ساتھ رہو، یعنی حق پر قائم رہو اور اس کی ادائیگی میں ثابت قدم رہو ہمیں یاد رکھنا اور ہمیں معاف کر دو۔ اگر وفاداری میں ثابت قدم رہ سکو تو ہمارے مشہد پر سال بھر کے لئے قیام کرنا، اور اوراد پڑھتے رہنا، اور ان نصیحتوں پر عمل پیرا رہو تاکہ دنیا وآخرت کی سعادت حاصل کرو، اگر اس کے علاوہ کوئی اور لائحہ عمل اختیار کرو تو تم اس کے خود ہی جواب دہ ہو، پھر فرمایا خدا حافظ، جاؤ اور نماز ادا کرو۔"

آدھی رات تک "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کا ورد مسلسل آپ کی زبان پر جاری رہا، اور آخرکار اسی جگہ ۷۲ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ تعجب کی بات ہے کہ اسی آیہ شریفہ سے آپ کی تاریخ وفات ۷۸۶ھ نکلتی ہے آپ کا مقبرہ ترکستان میں ختلان کے مقام پر واقع ہے۔

حضرت سید علی ہمدانی صوفی اور درویش باصفا ہی نہ تھے بلکہ اعلیٰ درجے کے شاعر اور ایک بلند پایہ مصنف بھی تھے، آپ کی تصنیفات کی تعداد ۱۷۰ بتائی جاتی ہے۔ جن میں مجمل ومفصل رسالے ۸۳، ۴۰ رسالے عربی میں اور باقی فارسی میں ہیں۔ حضرت سید امیر کبیر علی ہمدانی صاحب کشف وکرامت بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ جید عالم، زبردست مبلغ اور بلند پایہ مفکر بھی تھے۔

کشمیریوں کے دلوں میں شاہ ہمدانی کی اتنی عقیدت وارادت ہے کہ جب چپو چلاتے چلاتے تھک جاتے ہیں تو "یا شاہ ہمدان" کا نعرہ لگاتے ہیں۔

سید علی ہمدانی نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف ذخیرۃ الملوک میں جو نکات ورموز بیان کئے ہیں آج تک چراغ ہدایت سمجھے جاتے ہیں اس کے بعض حصوں کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ دینی امور کے ساتھ ساتھ رموز جہانبانی سے بھی پوری پوری واقفیت رکھتے تھے، اور جمہوری حکومت کے حامی تھے۔

حضرت شاہ ہمدان چاہتے تھے کہ ہر مسلمان پوری طرح مذہبی رنگ میں رنگا جائے اور صحیح معنوں میں "صبغۃ اللہ" کا نمونہ بنیں اس لئے انہوں نے اس بارے میں پوری پوری کوشش کی۔

حضرت امیر کبیر کی تشریف آوری سے پہلے کشمیر میں جو لباس مروج تھا وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کا مشترکہ تھا مگر امیر کبیر نے مسلمانوں کو اسلامی لباس فرغل پہننے کی ہدایت کی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی دیکھا دیکھی ہندوؤں نے بھی لمبا فرغل پہننا شروع کر دیا۔

کشمیری معاشرے میں بہت سی رسم و رواج ہندوؤں اور مسلمانوں میں مشترک تھیں سید موصوف کے ساتھیوں نے یہاں کے لوگوں میں اسلامی تعلیم عام کر دی تو مسلمانوں نے خلاف شرع رسومات کو بالکل ترک کر دیا۔ ہندوؤں کو اس سے بہت دکھ ہوا تو انہوں نے حضرت ہمدانیؒ پر طرح طرح کے الزامات لگانے شروع کر دیئے کہ یہ زبردستی کشمیریوں کو مسلمان بنانا چاہتا ہے۔ حالانکہ اگر دیکھا جائے تو کشمیری پنڈتوں اور ہندوؤں نے مذہب پر پوری طرح اپنی اجارہ داری قائم کر رکھی تھی اور انہوں نے دھرم کو پیچیدہ ترین بنا دیا تھا۔ اور پھر اونچ نیچ کے امتیاز نے یہاں کے ہندوؤں کو دو گروہوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔

نیچ طبقہ کے لوگ ان کے نزدیک پاپی اور ملیچھ تھے اور پنڈتوں کا گروہ ان کو اپنی آبادیوں سے دور رکھتا تھا۔ ان حالات میں سید امیر کبیر علی ہمدانیؒ اور ان کے مبلغ ساتھیوں نے کشمیر میں اسلام کے سیدھے سادھے، مساوات پر مبنی اور پر اثر اصولوں کی اشاعت کی تو لوگوں نے جوق در جوق اسلام کے حلقہ میں داخل ہونا شروع کر دیا۔

جیسے جیسے اسلام کا دائرہ یہاں وسیع ہوتا گیا اور اسلامی مساوات کے اصولوں نے لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا تو ہزاروں کی تعداد میں ہندوؤں نے دین اسلام قبول کر لیا۔

اسلام کے پاس سب سے زیادہ درخشندہ اصول مساوات کا تھا جس نے کشمیری ہندوؤں کو متاثر کیا اور اس طرح حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کا نام کشمیر کے افق پر درخشندہ آفتاب بن گیا آپ کے بارے میں شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

سید السادات سالار عجم
دست او معمار تقدیر امم

تا غزالی درس اللہ ہو گرفت
ذکر و فکر دودمان او گرفت
خطہ را آں شاہ دریا آستیں
داد علم و صنعت و تہذیب و دیں
آفرید آں مرد ایران صغیر
با ہنر ہائے غریب و دل پذیر

بقیہ جنید بغدادیؒ

ایک چور کو پھانسی پر چڑھایا گیا تھا جنید بغدادیؒ اس کے قریب سے گزرے اور اس کے قدموں کو چوما۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیا کیا؟ فرمایا اس پر ہزاروں رحمتیں ہوں کہ اس نے جس کام کو شروع کیا اسے انجام تک پہنچا دیا۔ یہاں تک کہ اس کے لئے اپنی جان بھی دے دی۔ (۳۵)

مکارم اخلاق

ایک دن ایک چور آپ کی قمیص چرا کر لے گیا دوسرے دن آپ بازار سے گزر رہے تھے ایک جگہ اپنی چوری شدہ قمیص نظر آئی۔ نزدیک گئے تو چرانے والا شخص یہ قمیص کسی گاہک کو فروخت کر رہا تھا مگر گاہک کہہ رہا تھا کوئی گواہ پیش کرو یعنی تم اس کے مالک ہونے کا ثبوت دو۔ حضرت جنیدؒ اس کے پاس گئے اور بیچنے والے کے حق میں گواہی دی اور گاہک نے یہ قمیص خرید لی۔ (۳۶)

مقام غور

لوگوں نے حضرت جنیدؒ سے پوچھا کہ کیا ہم عبرت حاصل کرنے کے لئے کلیسا گرجا گھر جائیں تو جائز ہے؟ یعنی اگر اس ارادہ سے جائیں کہ عیسائیوں کی ذلت اور کج فہمی کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں اور اپنی نعمت اسلام پر شکر کریں تو پھر اس میں ہمارا مواخذہ تو نہیں ہوگا؟ شیخ نے فرمایا اگر تم وہاں جا کر واپس آتے ہوئے چند آدمی اپنے ساتھ لا سکو تو تمہارے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں اگر تم اس قابل نہیں تو مت جاؤ۔ (۳۷)

(جاری ہے)

زکواۃ اور فطرانہ کی رقم سے ادارہ نوائے صوفیہ کے ساتھ تعاون کریں

جیسا کہ آپ حضرات کو بخوبی احساس ہے کہ "ماہنامہ نوائے صوفیہ" اہل نور بخشیہ کا واحد ترجمان ہے ۔ چونکہ بد قسمتی سے اہل نور بخشیہ نشرواشاعت کے میدان میں بہت پیچھے ہیں اور اشاعتی سرگرمی کے فقدان کے باعث ماہنامہ نوائے صوفیہ نشرواشاعت کے شعبہ میں اس مذہب کی تشہیر، ترقی اور نظریاتی دفاع کا واحد ذریعہ ہے ۔ اب تک نوائے صوفیہ کے جتنے شمارے شائع ہوئے ہیں ان کے لئے ہم نے رضاکارانہ طور پر بے شمار مالی اور انتظامی مشکلات کے باوجود کام کیا ہے ۔ رسالے کی فروخت سے حاصل شدہ آمدنی اتنی کم ہوتی ہے کہ اس سے اگلے شمارے کی اشاعت تقریباً ناممکن ہوتی ہے اس کی وجہ کتابت ، کاغذ اور طباعت کی بے تحاشا گرانی ہے ۔ یہاں یہ کہنا بے جانہ ہوگا نشرو اشاعت کے بغیر دور جدید میں نظریاتی اور اشاعتی یلغار کو روکنا ممکن نہیں رہا ۔

لہذا اس سلسلے میں تمام اہل نور بخشیہ سے ، چاہے وہ دنیا کے کسی حصہ میں مقیم ہوں ، اپیل کی جاتی ہے کہ نشرواشاعت کے اس اہم شعبہ کو جاری و ساری رکھنے کے لئے ادارہ نوائے صوفیہ کے ساتھ زکواۃ اور فطرانہ کی رقم سے تعاون کریں تاکہ ملت نور بخشیہ کا یہ واحد ترجمان آب و تاب سے جاری رہے ۔ ہمیں امید ہے کہ پوری قوم اس اپیل پر ضرور لبیک کہے گی ۔

(ادارہ)

بقیہ بشنو از نے

ہے نکو کاروں کی محنت کا ثمر
روز اول سے ابھی تک جلوہ گر

حق تعالی جهد شاں را راست کرد
آنچہ دیدند از جفا و گرم و سرد

لطف حق سے ان کی زحمت کوشیاں
شاد کام و کامیاب و کامراں

سعی شکر نعمت قدرت بود
جبر تو انکار آں نعمت بود

کام کیجئے شکر نعمت ہے یہی
اور تساہل شکر نعمت کی نفی

بقیہ تقابل ادیان

ان کو غلام بنالیا ۔ یہ لوگ ان کی چیزیں بھی چوری کر لیا کرتے تھے چنانچہ انہوں نے ان کا نام ہندو رکھا جس کا معنی چور یا غلام ہے ۔

ہندو معاشرہ میں مذہبی بنیادوں پر ذات پات کی تقسیم نے ایسی معاشرتی الجھنوں کو جنم دیا ہے کہ جن کا ہندو مذہبی اور سیاسی رہنماؤں کے پاس کوئی حل موجود نہیں اور ذات پات کی اس تقسیم نے قومی وحدت کا کوئی معیار سامنے نہیں آنے دیا ۔ مختصر یہ کہ ہندو مذہب کا ناقص نظام اپنے ماننے والوں کے لئے تربیت کا کوئی معیار قائم نہیں کرتا ۔ جس کی وجہ سے اس معاشرہ میں منافقت اور برائی کی رغبت عام ہے ہندو مذہب کے اس نقص کا ایک فائدہ یہ بھی انہیں پہنچا کہ انہوں نے ہمیشہ ہر مذہب کی تعلیمات کو خوش آمدید کہا اور رفتہ رفتہ انہیں اپنے اندر سمو دیا چنانچہ بدھ مذہب اور جین مت حتیٰ کہ عیسائیت تک اس کے اس خوفناک جال میں پھنس گئی برخلاف اسلام کے کہ وہ زندگی کے انتہائی معمولی مراحل کے بارے میں بھی ایک ضابطہ اور طریقہ پیش کرتا ہے ۔

لہذا ہندوؤں کے لئے اپنا مذہب ہی ایک مستقل درد سر ہے اور ان کی اسلام دشمنی کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے ۔

(جاری ہے)

حضرت شاہ ہمدانؒ کی تصانیف

ڈاکٹر عبدالرشید

شاہ ہمدان ایک زاہد، باکمال مرشد، مبلغ و مصلح، معلم اور بہترین راہبر ہی نہ تھے بلکہ آپ صاحب طرز انشا پرداز اور اوسط درجے کے عرفانی شاعر بھی تھے۔ گونا گوں مصروفیات کے باجود آپ نے تصنیف و تالیف پر پورے انہماک سے توجہ دی۔ آپ کی کتب کی تعداد ایک سو سے متجاوز ہے بلکہ تحائف الابرار کے مطابق آپ کے رشحات قلم کا شمار ایک سو ستر مرقوم ہے۔ آپ کے کوئی اسی مجمل اور مفصل رسائل تاحال دستیاب ہو سکے ہیں۔ یہ جواہر پارے ایران، برصغیر پاک و ہند اور یورپ کی لائبریریوں میں موجود ہیں۔ سید کی بیشتر تصانیف کے موضوعات حسب ذیل ہیں۔

ا۔ سیاست مدنی

ب۔ فلسفہ کلام

ج۔ تصوف و عرفان

د۔ شریعت

آپ کی تحریر موثر اور سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی ہے۔ رنگ خطابت نمایاں ہے۔ عقلی دلائل کے ساتھ اپنی بات پیش کرتے ہیں۔ آپ کی چند کتب مغلیہ دور تک شامل نصاب رہی ہیں۔ آپ نے مختلف موضوعات پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے ہر مسئلہ کو ذہن نشین کروانے کے لئے دو سے پانچ رسالے مخصوص کئے ہیں۔ وضاحت حسب ذیل ہیں۔

۱۔ قرآنی مطالب

۲۔ الناسخ والمنسوخ فی القرآن

۳۔ احکام القرآن

۴۔ تفسیر حروف المعجم

۵۔ شرح اسماء الحسنیٰ

۵۔ ذ منگ در مفردات قرآن

۲۔ احادیث

۱۔ المودۃ القربیٰ

۲۔ روضتہ الفردوس

۳۔ اربعین امیریہ

۴۔ اربعین فی فضائل امیر المومنین

۵۔ سبعین فی فضائل امیر المومنین

۳۔ رسالت

۱۔ اسناد و حلیہ حضرت رسولؐ

۲۔ اسرار وحی

۳۔ انسان الکامل

۴۔ اوراد و ادعیہ

۱۔ اوراد فتحیہ

۲۔ رسالہ الاوراد

۳۔ رسالہ ذکریہ (فارسی)

۴۔ رسالہ ذکریہ (عربی فص)

۵۔ تصوف و عرفان

۱۔ آداب المریدین

۲۔ سیر الطالبین

۳۔ منازل السالکین

(یہ شیخ عزیز نفسی کی کتاب ہے۔ مدیر)

۶۔ فقر و فتوت

۱۔ رسالہ فقریہ

۲۔ رسالہ فتوتیہ

۳۔ رسالہ درویشیہ

۴۔ فصل الفقر و بیان حالات الفقراء

۵۔ صفۃ الفقراء

۶۔ دہ قاعدہ

۷۔ اسرار و رموز

۱۔ اسرار النقطہ

۲۔ مناسیہ

۳۔ ہمدانیہ

۴۔ عقلیہ

۸۔ اخلاقیات

۱۔ تلقینیہ

۲۔ منہاج العارفین

۳۔ مکارم الاخلاق

۴۔ داودیہ

۵۔ اعتقادیہ

۶۔ حقیقت ایمان

۷۔ عقبات

۹۔ اصطلاحات

۱۔ اصطلاحات الصوفیہ
۲۔ چہل مقام صوفیہ

۱۰۔ صحت و طب

۱۔ آداب سفرہ
۲۔ رسالہ در طب

۱۱۔ توبہ و انابت

۱۔ رسالہ توبہ
۲۔ مرآت التائبین

۱۲۔ واردات و خاطرات

۱۔ رسالہ خواطریہ
۲۔ مناجات
۳۔ واردات امیریہ

۱۳۔ حکمت عملی و نظری

۱۔ ذخیرۃ الملوک
۲۔ اکثر مکاتیب

جناب امیر کی تصانیف ایسے تخلیقی شاہکار ہیں جن میں ندرت اور تقلید و استفادہ کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ مثلاً رسالہ اسرار النقطہ موضوع و بیان کے اعتبار سے بالکل انوکھی تصنیف ہے جس میں عارفانہ مباحث کئے گئے ہیں۔ رسالہ مرآۃ التائبین، عقبات اور ذخیرۃ الملوک طبع خلاق کی آئینہ دار ہیں۔ وہ رسائل جن میں تقلیدی جھلکیاں نمایاں ہیں۔ درج ذیل ہیں۔

۱۔ رسالہ منازل السالکین: خواجہ عبداللہ انصاریؒ کی منازل السائرین کے انداز پر ہے۔

۲۔ واردات: خواجہ عبداللہ انصاری کی مناجات کے دلکش انداز میں ہے۔

۳۔ اختیارات منطق الطیر: شیخ فرید الدین عطار کی منطق الطیر کا خلاصہ ہے۔

۴۔ رسالہ خواطریہ: شیخ اکبر محی الدین ابن العربی کی فتوحات المکیہ اور شیخ نجم الدین کبریٰ کی فواتح الجمال سے ماخوذ ہے۔ موخر الذکر سے اقتباس کا فاضل مصنف نے خود اعتراف کیا ہے۔ خواطر اور شیاطین کی بحث ملتی ہے۔

۵۔ رسالہ عقلیہ امام غزالی کی احیاء العلوم سے ماخوذ ہے۔

۶۔ آداب المریدین: شیخ نجم الدین کبریٰ کے رسالہ صفتہ الآداب کی فارسی تلخیص ہے۔

۷۔ حل الفصوص: شیخ اکبر کی فصوص الحکم کا فارسی زبان میں شرح نما خلاصہ ہے۔

۸۔ مشارب الاذواق: ابو حفص عمر ابن الفارض المصریؒ کے قصیدہ خمریہ کی فارسی شرح ہے۔

۹۔ اوراد فتحیہ: اس رسالہ میں آپ نے چودہ سو اولیاء سے ماخوذ اذکار جمع کئے ہیں۔

رسالہ انسان نامہ یا در معرفت صورت و سیرت انسان

آپ کے مرید خواجہ اسحاق ختلانی نے آپ کے کلام و اقوال کو اس رسالہ میں مدون کیا ہے۔ یہ دو قسم کے مطالب پر مشتمل ہے۔

الف۔ انسانی صورت
ب۔ انسانی سیرت

اس رسالہ میں آپ نے چہرے اور خد و خال کی خصوصیات تحریر کی ہیں۔ یہ رسالہ ایران، تاشقند، پیرس، برٹش میوزیم میں موجود ہے۔

رسالہ منہاج العارفین

اس رسالہ میں ایک سو چالیس پند و نصائح درج ہیں چند نصائح درج ذیل ہیں۔

۱۔ کبھی حق سے غافل نہ ہو۔

۲۔ دنیا کے لئے اندوہگیں نہ ہو تا کہ پریشان نہ ہونا پڑے۔
۳۔ گرے ہوؤں کی مدد کر تا کہ تو بھی مددگار پائے۔
۴۔ کسی کی نعمت پر حسد نہ کر تا کہ تو سکون سے رہے۔
۵۔ اگر عزت چاہتا ہے تو اپنا بوجھ دوسروں پر نہ ڈال۔
۶۔ کوشش کر تا کہ مقصود حاصل ہو۔
۷۔ توفیق منجانب حق دیکھ تا کہ مغرور نہ ہو جاؤ۔
۸۔ بزرگوں کی خدمت کر تا کہ بزرگی پائے۔
۹۔ دل کو حرص سے پاک کر تا کہ راحت پائے۔

مرادات دیوان حافظ شیرازی

یہ رسالہ آٹھ اوراق پر مشتمل ہے۔ آپ نے شرح کے علاوہ حافظ کی غزل کے مطلع پر بھی بحث کی ہے۔

رسالہ حقیقت ایمان

اس رسالہ میں ایمان سے مراد "ایمان راہ سالکان" ہے نہ کہ سادہ مسلمانوں کا سا ایمان ظاہری۔ آپ کے نزدیک کائنات پر تفکر، ذات حق کی تجلیات میں محو ہونا، اللہ کی محبت، ماسوا اللہ سے قلبی توجہ ہٹانا، اللہ اور رسول پاک کا ذکر کرنا، سالکین کے ایمان کی شاخیں ہیں۔
یہ رسالہ تہران اور تاشقند میں موجود ہے۔

اختیارات منطق الطیر یا ہفت وادی

اس رسالہ کا مرتب لکھتا ہے کہ حسین بن مولانا حاجی الخطیب نے صراحت کی ہے کہ یہ رسالہ شاہ ہمدانؒ کا ہے۔ اختیارات اصل کتاب کا ساتواں حصہ ہے۔ یہ رسالہ کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران اور تاشقند میں موجود ہے۔

رسالہ قرب الطریق اذالم یوجد الرفیق

چار اوراق کے اس رسالہ میں آپ نے "نفس کشی" کے معنی سمجھائے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ نفس مارنے سے مراد یہ ہے کہ انسان کو اپنی حرص اور ہوس پر پوری قدرت حاصل ہو جائے۔ ناشائست کی طرف رغبت نہ ہو۔ اس لئے نفس کشی اس بھوکے کی مانند ہے جسے کبھی طعام کی آرزو نہ ہو اور وہ پوری طرح مطمئن خوش حال اور فارغ البال ہو۔
یہ رسالہ مرکزی کتابخانہ دانشگاہ تہران اور رضا لائبریری رام پور میں موجود ہے۔

رسالہ فقریہ یا نسبت خرقہ درویشاں

اس کا ایک نسخہ کتابخانہ مجلس ایران میں ہے۔

رسالہ وجودیہ

یہ مختصر رسالہ "وجود" پر عارفانہ بحث ہے۔ اس میں مصنف نے سورۃ اخلاص سے بڑی عمدگی اور دلپذیر انداز میں استشہاد کیا ہے۔

رسالہ سیر و سلوک یا حق الیقین

اس میں سالک کے مراتب، سیر و سلوک اور اہل تصوف و عرفان کے احوال پر بحث کی ہے۔

رسالہ مکارم اخلاق

دو اوراق کا یہ رسالہ آپ نے اسحاق ختلانی کے لئے لکھا ہے جنہیں صاحب وقت کہہ کر مخاطب ہوتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ اگر انسان جدوجہد کرے تو مجاہدہ نفس سے اخلاق تبدیل ہو سکتی ہے۔ کسی صاحب کمال سے وابستگی ضروری ہے۔
یہ رسالہ برٹش میوزیم لندن، پیرس اور مرکزی دانشگاہ تہران میں موجود ہے۔

باقی صفحہ نمبر

جرمنی سے ایک خط

مراسلہ نگار: ڈاکٹر اینڈریز ریک

ڈاکٹر اینڈریز ریک جو ہیمبرگ جرمنی کے ڈچ اورینٹ انسٹی ٹیوٹ کے ریسرچ سکالر ہیں پاکستان کے شمالی علاقہ جات کے علماء کے بارے میں تحقیقی کام کر رہے ہیں۔ نوائے صوفیہ کی وساطت سے انہوں نے اپنے تحقیقی مقالے کی تیاری کے سلسلے میں چند سوال بھیجے ہیں۔ ان سوالات کا اردو ترجمہ اصل خط کے آخر میں دیا جا رہا ہے۔ علمائے کرام اور شمالی علاقہ جات کے ریسرچ سکالرز سے گزارش ہے کہ صحیح اور مستند جوابات مع تاریخی حوالوں کے ادارہ نوائے صوفیہ کو جلد از جلد ارسال کریں تاکہ حسب فرمائش ڈاکٹر صاحب موصوف کو ارسال کئے جا سکیں

خط کا متن

21.11.1994

Dr. Andreas Rieck
Deutsches Orient-Institut
Mittelweg 150
20148 Hamburg
Germany

To

Dr. Ghazi Muhammad Naim
Mr. Ghulam Husain Ma'rufi
C/o Jami Masjid Sufia Nurbakhshiya
G-7/4, Islamabad
PAKISTAN

Dear Doctor Na'im, dear Mr. Ma'rufi!

I am very sorry that I did not find the opportunity to say good-bye to you before I left Pakistan for Germany in mid-August. I would have liked to stay for a longer time but we had just received a message that I had no chance to get the other employment in Pakistan which I had applied for, and neither did my wife like to spend one more week of holiday in Islamabad nor did I want to send her home in advance.

The period of funding for my research project is now running out, but I still have to spend a lot of time for writing down the results. I intend to write a book in English language with the probable title: "From popular religion to Islamic orthodoxy - Pious devotion and sectarian competition in the Northern Areas of Pakistan". It should contain a short introduction to the history of the Nurbakhshi, twelver Shi'i, Isma'ili, Hanafi-Sunni and Ahl-i hadith communities in these areas and then give an account of developments in the 20th century. I hope that it can be printed in Pakistan under the auspices of Lok Virsa.

Since it will take time until the publication of such a book, I start with writing some articles first. I am sending you my Article "The Nurbakhshis of Baltistan "with this letter which has just been submitted to a scholarly journal in Germany which might be even available in some libraries of Pakistan, named "Die Welt des Islam " (The World of Islam). If it is accepted for publication, it will take at least another three month before it would go for print. So corrections of all kinds could still be made, and for this purpose I am sending you a copy.

You may have objections to the style of my portraying of the Nurbakhshiya in general, because I write from the non-Muslims's point of view, but I assure you that I have become sincerely affected for the Northern Areas' people's character and piousness during my long stay in this beautiful part of our world, and especially with the Nurbakhshis, who have been the most open-hearted of all people I met with. But when writing for scholarly purposes, emotions and predilections have to be avoided in our country by anyone who wants to be taken seriously. So please don't become annoyed by the cold and matter-of-fact account I am giving of your community! The term "sect" I found to be used even for the Sunni majority in Pakistani books and newspapers sometimes, so it may not be objectionable?

As you can see from the attached article of Professor Hamid Algar, who is a very reknown scholar hailing from Iran but living in the USA, even the Encyclopaedia of Islam in its new edition - the volume containing the entry "Nurbakhshiyya" was printed in 1993 - completely ignorant about the Nurbakhshis in Baltistan, referring only to Biddulph, 1880 (!), as a source on them! So I hope that I can fill some gap. But I wanted to send my article to you for comments and corrections before printing.

I would welcome all kinds of comments and corrections, although I cannot promise you that I would change every aspect of the manuscript according to your liking. But of couse I would correct any statements or dates which I have given obviously false.

Besides for any faults or omission which you may find in the manuscripts, I have a number of specific questions on points which have remained unclear to me. I will be very grateful for information on these points:-

1) What about the very different dates given in connection with Mir Yahya and Mir Mukhtar by Prof. Dani (see note 26)? Are the dates about Mir Yahya's Khanqah and tomb in Shigar quoted by Dani right or wrong?

2) Since what time did the Rajas of Shigar adopt Twelver Shi'ism?

3) Since what time have the Nurbakhshis been performing Azadari for the Imams of ahl al-bait and majalis on the anniversaries of their birth?

4) Are the dates which I have given in connection with Sayyid Mukhtar Husain, the father of Pir Sayyid Aun Ali Shah (pp. 4-5) correct?

5) Do you know any dates concerning the Pirs from Mir Muhammad Nurani to Mir Muhammad Shah Zain ul-Akhyar?

6) Since which year do the Ahl-i Hadith have their own Jami' Masjid in Kiris?

7) Do you know anything about the pedigree of Sayyid Abu al-Hasan, the Ahl-i Hadith preacher from Kiris?

8) What about the book "Risalati-i Imamiya Nurbakhsh" mentioned in note 83)? I know about it only from the quoted article in Danish.

9) What about the pamphlet "Ihaqaq al-haqq" to which Maulana Hamza Ali answered with "Qa'im ul-haqq"? Do you know anything about its author?

10) What were the years of print of "Qa'im ul-haqq" and "Aqa'id ul-mu'minin"?

11) Do you have any biographical data about Maulwi Hamza Ali and Sayyid Qasim Shah from Kharku?

12) What about Sayyid Shah Abbas from Khaplu, who wrote in "Da'wat-i-ittihad", pp. 111-118? Was he the same person who founded the Madrasat Sufiya Nurbakhshiya in Ghursey 1943? What about the allegation against him in "Da'wat-i islah", pp. 135-138?

The last question is already touching a subject which I did not mention in my present article. When writing down the complete book, a lot of other questions will surely arise, and I think I will have to come again to Pakistan on my private account anyhow to find answers to them. But first I want to write down as much as I know to see the gaps and short comings more clearly.

Some weeks before I received a letter from Muhammad Raza Akhundzadah, Thagas, informing me that he has completed his translation of "Tuhfat al-ahbab". Can you tell me when this important book will probably be printed, and also the new book from Ghulam Hasan Hasnu about the history of the Nurbakhshis, the manuscript of which you had shown to me in May 1994?

Let me in the end say my compliments for your journal, Nawa-i-Sufiya, which I have found very useful and full of information, and wish you the best of success for its further flourishing. I wish to thank both of you, as well as the other people which I had met in the Nurbakhshi Jami'Masjid in Islamabad, especially Allama Muhammad Bashir, for your hospitality and openheartedness. May God bless all pious people, regardless of their peculiar faith!

Yours sincerely

Sd/-
Dr. Andreas Rieck

ڈاکٹر اینڈریز کے سوالات:

۱۔ میر یحییٰ اور میر مختار کے تذکرے میں پروفیسر دانی نے جو مختلف تاریخیں دی ہیں ان کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟ (تفصیل کے لئے دیکھئے حوالہ نمبر۱) شگر میں میر یحییٰ کی خانقاہ اور مزار کے بارے میں ڈاکٹر دانی کی لکھی ہوئی تاریخیں (Dates) صحیح ہیں یا غلط؟

۲۔ شگر کے راجہ کب سے مذہب شیعہ اثنا عشریہ کے پیروکار چلے آتے ہیں؟

۳۔ نوربخشی حضرات میں ائمہ اہلبیت کی عزاداری اور ان کی ایام ولادت کے موقع پر عید منانے کا رواج کب سے چلا آتا ہے؟

۴۔ پیر سید عون علی شاہ کے والد بزرگوار سید مختار حسین کے حالات میں جو تاریخیں میں نے دی ہیں کیا وہ درست ہیں؟ (دیکھئے حوالہ نمبر۲)

۵۔ کیا آپ کو میر محمد نورانی سے لے کر میر محمد شاہ زین الاخیار تک کے پیران طریقت کی ولادت وفات اور اہم واقعات کی تاریخیں معلوم ہیں؟

۶۔ کریس میں اہل حدیث کی جامع مسجد کب تعمیر ہوئی؟

۷۔ کیا آپ کو کریس میں اہل حدیث کے مبلغ سید ابوالحسن کا شجرہ نسب معلوم ہے؟

۸۔ "رسالتہ (رسالہ) امامیہ نوربخش" نامی کتاب کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ (دیکھئے حوالہ نمبر۳) اس کتاب کے متعلق میں نے محض رسالہ "دانش" میں شائع شدہ ایک مضمون سے استفادہ کیا ہے۔

۹۔ "احقاق الحق" نامی پمفلٹ کے بارے میں آپ کیا

جانتے ہیں جس کے جواب میں مولانا حمزہ علی نے "قائم الحق" نامی کتاب لکھی؟ کیا آپ کو اس پمفلٹ کے مصنف کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟

۲۔ "قائم الحق" اور "عقائد المومنین" کی تاریخ اشاعت کیا ہے؟

۱۱۔ کیا آپ کو مولوی حمزہ علی اور سید قاسم شاہ کھرکوی کے سوانح حیات کے بارے میں کچھ علم ہے (نوٹ: ان علماء کی پیدائش، وفات کی تاریخیں اہم واقعات زندگی اور ان کی تاریخیں اور تصانیف اور عقائد کی تفصیل مطلوب ہے)

۱۲۔ خپلو کے سیدہ شاہ عباس کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں جنہوں نے "دعوت اتحاد" نامی کتاب میں لکھا ہے؟ کیا یہ وہی شاہ عباس ہیں جنہوں نے ۱۹۴۳ء میں غرسے میں مدرسہ صوفیہ نوربخشیہ قائم کیا (حوالہ نمبر ۴) دعوت اصلاح میں جو ان پر الزامات عائد کئے ہیں وہ کہاں تک درست ہیں (دیکھئے حوالہ نمبر ۵)

حوالہ جات:

۱۔ میر یحیٰی کے مزار پر ان کی تاریخ وفات ۱۰۴۲ ہجری (۱۶۳۲ عیسوی) درج ہے اور ان کی خانقاہ کا سن تعمیر ۱۰۲۳ ہجری (۱۶۱۴ عیسوی) لکھا ہوا ہے (دانی Architecture صفحہ نمبر ۱۲۹۔ ۱۳۶) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہ تو ابو سعید کے بیٹے تھے اور نہ میر مختار (متوفی ۱۷۱۸) کے بھائی تھے۔ لیکن ان دونوں بھائیوں (میر یحیٰی اور میر مختار) کے راجہ اعظم خان (۱۷۰۵ تا ۱۷۸۶) کے عہد میں شگر آنے کے تفصیلی واقعات اور بعد ازاں میر مختار کے کریس چلے جانے کا واقعہ حشمت اللہ خان لکھنوی نے اپنی تصنیف تاریخ جموں (لکھنو ۱۹۳۹) (مکرر اشاعت لاہور ۱۹۹۱ء) کے صفحات ۵۳۵ تا ۵۳۸ پر درج کیا ہے۔

۲۔ مقالہ اینڈریز ریک سید مختار حسین ۱۹۴۰ء میں امام جمعہ کے طور پر خپلو بلائے گئے اور بقیہ زندگی یہیں گزاری۔ (سید مختار حسین کی تاریخ ہائے پیدائش و وفات بھی مطلوب ہیں)

۳۔ مقالہ اینڈریز ریک۔ دیکھئے نوائے صوفیہ قسط نمبر ۸ ۱۹۹۳ صفحہ نمبر ۲۲۔ اس کا عنوان کتاب الاعتقادیہ (لاہور ۱۳۴۲) تھا دیکھئے مقالات مولوی محمد شفیع۔

اسی سال رسالہ امامیہ نوربخش منسوب بہ شاہ قاسم فیض بخش ناشر سید امیر حمزہ (کستنگ۔ چھوربٹ) لاہور میں شیخ الہی بخش محمد جلال الدین کے زیر اہتمام شائع ہوا۔ دیکھئے سید حسین عارف سلسلہ نوربخشیہ کے علمی آثار، مطبوعہ "دانش" (اسلام آباد (۱۹۸۹) ۱۸۔۱۷ صفحہ نمبر ۳۴

۴۔ دیکھئے دعوت اتحاد، صفحہ ۱۱۱ تا ۱۱۸ / صفحہ ۳۵ تا ۳۸

مکرر گزارش:

تمام اہل علم حضرات سے اپیل ہے کہ مندرجہ بالا سوالات کے جوابات درست تاریخوں اور مستند حوالوں کے ساتھ اپنی پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں کیونکہ یہ معلومات ڈاکٹر اینڈریز کی مستقبل قریب میں شائع ہونے والی مستقبل تصنیف کا حصہ بنیں گی۔

(ادارہ)

[illegible]

رسالہ آداب سفرہ

فرہنگ میر سید علی

یہ رسالہ مفردات قرآن کی فرہنگ ہے۔ اب صرف تین فصول باقی ہیں۔

۱۔ در بیان ادات

۲۔ در بیان اسمائے ضمائر

۳۔ در بیان اسمائے اشارہ و موصولات

یہ رسالہ بوڈلین لائبریری آکسفورڈ میں موجود ہے۔

خط و کتابت کے لئے پتہ

جی۔ ایچ۔ معروفی۔ فلیٹ نمبر 7 بلاک 4/ کیٹیگری IV آئی ایٹ 1۔ اسلام آباد

آپ کے مسائل اور ان کا حل

ابوالعرفان محمد بشیر

اس شمارے میں اخوند عبدالصمد صاحب حسن آباد چھوربٹ والے کے ایک سوال کا جواب اور غلام مہدی غالب سرینگی این ایل آئی سنٹر جوتجی کے چار سوالات کے جوابات شائع کئے جارہے ہیں۔

س: غسل کرنے سے پہلے وضو کرنا کیسا ہے؟

سائل اخوند عبدالصمد حسن آبادی

ج: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اگر مسنون غسل کرنا ہو تو پہلے وضو کرنا واجب ہے کیونکہ مسنون طہارت کبریٰ واجب طہارت صغریٰ سے قوت میں کم تر ہے لہذا کمزور چیز کے ضمن میں قوی چیز کا خود بخود متحقق ہونا مشکل ہے۔

اگر واجب غسل کرنا ہو تو اس سے پہلے وضو کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ کیونکہ واجب طہارت کبریٰ واجب طہارت صغریٰ پر فوقیت رکھتی ہے لہذا یہاں پر واجب غسل کی بجا آوری ہی استباحت نماز کے لئے کافی ہے۔ وضو کرنے کی زحمت گوارا نہ کریں۔ علاوہ ازیں بعض حضرات کا یہ خیال کہ غسل جنابت کی صورت میں وضو کرنے کی ضرورت نہیں باقی واجب اغسال کے لئے پہلے وضو کرنا ضروری ہے۔ یہ خیال بھی بالکل خام ہے۔ واجب غسل خواہ جنابت کا ہو، حیض کا ہو، نفاس کا ہو، مس میت کا ہو، استحاضہ کا ہو سب صورتوں میں پہلے وضو کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مطلق طہارت کبریٰ واجب طہارت صغریٰ سے قوی تر ہے۔ جنابت، حیض، نفاس، مس میت اور استحاضہ طہارت کبریٰ کے اسباب ہیں۔ امید ہے کہ محترم اخوند عبدالصمد صاحب اس جواب سے مطمئن ہو جائیں گے۔

س ۱۔ نذر ماننے کی کیا صورت ہے؟

۲۔ کیا حالت جنابت میں نذر مانی جاسکتی ہے۔

۳۔ منذور چیز کا مصرف کیا ہے؟

۴۔ نکاح شغار کی وضاحت کیجئے؟

سائل غلام مہدی غالب سرینگی
این ایل آئی سنٹر جوتجی
گلگت

ج: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بنیادی طور پر نذر کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت پسندیدہ نذر کی ہے اور دوسری صورت ناپسندیدہ نذر کی ہے۔ پسندیدہ نذر کی چار صورتیں ہیں۔

الف۔ اگر کوئی نذر ماننے والا کہے کہ اگر میرا فلاں کام بن جائے تو میں اتنا مال راہ خدا میں صرف کروں گا۔ اس نذر کا نام نذر مبر ہے

ب۔ اگر کوئی نذر ماننے والا کہے کہ اگر مجھے اس بیماری سے شفایابی ہو جائے یا میں فلاں مصیبت سے باعزت نکل جاؤں تو میں اتنا مال راہ خدا میں صرف کروں گا۔ اس نذر کا نام نذر شکر ہے۔

ج۔ اگر کوئی آدمی خود کو کنٹرول میں رکھنے کے لئے کہے کہ اگر میں نے کوئی حرام کام کیا تو میرے ذمہ سزا کے طور پر اتنا مال راہ خدا میں صرف کرنا ہو گا۔ اس نذر کا نام نذر زجر ہے۔

د۔ اگر کسی چیز وغیرہ کے ساتھ مشروط کئے بغیر آدمی یوں کہے کہ اللہ کی خوشنودی کے لئے میں اتنا مال دوں گا۔ یہ نذر تبرع ہے۔

ناپسندیدہ نذر کی آگے پھر دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت نذر حرام کی ہے اور دوسری صورت نذر مکروہ ہے۔

اول نذر حرام

نذر حرام کی صورت یہ ہے کہ آدمی کسی حرام اور ناجائز عمل کی نذر مان بیٹھے مثلاً قتل و غارت، بدکاری اور دیگر حرام کاریاں۔

دنیائے تصوف کی خبریں

غلام حسین معروفی

ہنگامی اجلاس

۲۲ دسمبر ۱۹۹۲ء کو جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ اسلام آباد میں تنظیم فلاح و بہبود نوجوانان صوفیہ نوربخشیہ سرینگ اسلام آباد / راولپنڈی یونٹ کے زیر اہتمام ایک ہنگامی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں دیگر نوربخشی تنظیموں کے عہدیداروں، دانشوروں، باشعور نوجوانوں اور غیور عوام کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

اجلاس میں روزنامہ جنگ راولپنڈی میں مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۹۲ء کو شائع شدہ سید ذاکر حسین شاہ ممبر اسلامی نظریاتی کونسل مضمون "بلتستان میں سات دن" پر شدید رد عمل کا اظہار کیا گیا جس میں موصوف نے نوربخشی مسلک کی کتابوں کا مطالعہ کئے بغیر سکردو کے ایک نام نہاد سکالر کے حوالے سے حضرت شاہ سید محمد نوربخش قہستانی علیہ رحمۃ اللہ اور پیر شمس الدین عراقی المعروف بت شکن کو بلتستان میں شیعہ مذہب کے اولین مبلغین میں شمار کیا ہے اور تصوف کے مشہور و معروف سلسلۃ الذہب نوربخشیہ کو اہل تشیع کی شاخ قرار دیا ہے جو کہ نوربخشی مسلک کے عقائد پر قلمی ڈاکہ زنی کے مترادف اور مذکورہ کالم نگار کی کج فہمی کم علمی اور تاریخ سے نابلدی کا واضح ثبوت ہے۔

آخر میں شرکاء اجلاس نے مذکورہ کالم نگار کی اس قبیح حرکت کی پرزور مذمت کرتے ہوئے تمام نوربخشی تنظیموں، انجمنوں، علمائے کرام، دانشوروں اور باشعور لوگوں سے اپیل کی ہے کہ اس طرح کے غلط بیانوں کا بروقت مدلل و مفصل جواب دیا جائے تاکہ آئندہ کوئی بھی شرپسند ایسی غلط بیانی کر کے نوربخشی مسلک کے پیروکاروں کے جذبات کو مجروح نہ کر سکے اور اختلاف بین المسلمین کا باعث نہ بنے نیز ایسے بیانات کے بارے میں وقتاً فوقتاً چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل کو بھی آگاہ کریں۔

صدر
بذریعہ سیکرٹری نشرواشاعت
تنظیم فلاح و بہبود نوجوانان نوربخشیہ سرینگ
راولپنڈی / اسلام آباد یونٹ

تعزیتی اجلاس

۱۔ جامع مسجد شاہ ہمدان گلگت میں انجمن صوفیہ نوربخشیہ کونوداس گلگت کا ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں مفکر ملت ابوالعرفان علامہ محمد بشیر صاحب قبلہ کی والدہ کی رحلت پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔

اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے جناب شکور علی انور صاحب خطیب جامع مسجد شاہ ہمدان گلگت نے فرمایا کہ مرحومہ انتہائی نیک اور قابل احترام خاتون تھیں۔ آپ پوری ملت نوربخشیہ کی محسنہ تھیں جن کی پرورش کا نتیجہ ہے کہ ہمیں علامہ صاحب جیسے جلیل القدر رہنما اور مرد قلندر ملے۔ پوری قوم ان کے اس احسان کو کبھی فراموش نہیں کر سکے گی۔

ان کی وفات سے جناب علامہ صاحب اور ان کے برادران و لواحقین کو جو عظیم صدمہ پہنچا ہے ہم اس میں برابر کے شریک ہیں۔ اجلاس میں مرحومہ کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی اور دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ و مغفورہ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ مرحمت کرے اور لواحقین اور سوگواروں کو صبر جمیل عطا کرے۔

شکور علی انور گلگت

۲۔ نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان کے زیر اہتمام ایک تعزیتی اجلاس مرکزی آفس میں منعقد ہوا جس میں ممتاز عالم دین جناب علام محمد بشیر صاحب کی والدہ صاحبہ کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا اور مرحومہ کی ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی اور دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو مغفرت اور لواحقین کو صبر جمیل عطا کریں ۔ آمین

محمد یعقوب مرکزی پریس سیکرٹری
این وائی ایف پاکستان کراچی

۳۔ مورخہ ۱۹ دسمبر بعد از نماز جمعہ ندوۃ الاسلامیہ صوفیہ نور بخشیہ کراچی کا ایک تعزیتی اجلاس زیر صدارت جناب مولانا غلام حسن نیازی صاحب صدر کراچی یونٹ منعقد ہوا ۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے صدر صاحب اور دیگر شرکا . وارا کین نے جناب علامہ محمد بشیر صاحب مدیر نوائے صوفیہ کی والدہ صاحبہ کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا اور مرحومہ کی ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کے ساتھ لواحقین کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی دعا کی گئی ۔

شریک غم
الندوۃ الاسلامیہ صوفیہ نور بخشیہ کراچی یونٹ

جشن مولود کعبہ

۲۳ دسمبر ۱۹۹۳. کو جامع مسجد صوفیہ نور بخشیہ اسلام آباد میں یوم ولادت امام الاولیا حضرت علی علیہ السلام انتہائی عقیدت واحترام سے منایا گیا ۔ اس موقع پر خطیب جامع مسجد علامہ محمد بشیر صاحب نے حضرت علی علیہ السلام کے فضائل و مناقب بیان کئے ۔ انہوں نے کہا دنیا میں حضرت علی علیہ السلام ہی وہ عظمت والا شخص ہے جو پیدا بھی خانہ خدا میں ہوا اور شہادت بھی خانہ خدا میں ہوئی ۔ آپ کی تعلیمات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں ۔ اس موقع پر فانچو محمد امین، آخوند محمد جعفر، اخوند موسیٰ صاحب اور دیگر عقیدت مندوں نے گلہائے عقیدت پیش کئے ۔

شاہ ہمدان کی تعلیمات تعصبات کے خاتمہ کے لئے مشعل راہ ہیں

کشمیر میں اسلام کی شمع روشن کرنے کا سہرا ان کے سر ہے

یوم ولادت سے رہنماؤں کا خطاب

راولپنڈی ۱۷ دسمبر؛ انجمن طلبہ اسلام نے امیر کبیر حضرت سید علی ہمدانیؒ شاہ ہمدان کا آٹھ سو سالہ یوم ولادت جمعہ کو انتہائی عقیدت واحترام کے ساتھ منایا دن کا آغاز مساجد میں محافل نعت و میلاد شریف سے ہوا ۔ مختلف اجتماعات میں انجمن طلبہ اسلام کے سابق مرکزی صدر ڈاکٹر ظفر اقبال نوری مرکزی جوائنٹ سیکرٹری حافظ محمد اقبال، ناظم ڈویژن امجد نذیر بھٹی ناظم، ناظم ضلع سید قیصر عباس شاہ، نائب ناظم واجد محمود منہاج، ضلعی جنرل سیکرٹری ارشد محمود چشتی نے امیر کبیر سید علی ہمدانی کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ سید علی ہمدانی آسمان ولایت کے وہ درخشندہ ستارے ہیں جس سے دنیا قیامت تک مستفید ہوتی رہے گی اور آپ چمن سیدہ فاطمہ زہرا کے روشن گلاب ہیں جس کی خوشبو سے ساری کائنات معطر ہے آپ محسن کشمیر ہیں ۔ کشمیر میں اسلام کی شمع کو روشن کرنے کا سہرا آپ کے سر ہے ۔ سید علی ہمدانیؒ نے اپنی سیرت و کردار اور اخلاق حسنہ سے مخلوق خدا کو اسلام کی عملی تفسیر بتلائی اور ساری زندگی اتباع رسول میں بسر کر کے امت کو یہ درس دیا کہ غلامی رسول میں ہی فلاح، بقا اور سلامتی ہے ۔ شاہ ہمدان کی تعلیمات فرقہ پرستی اور تعصبات کے اندھیروں میں گھری ہوئی انسانیت کے لئے مشعل راہ کا کردار ادا کر سکتی ہیں ۔

استقبالیہ سے خطاب

۲۰ دسمبر ۱۹۹۳ء کو نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن اسلام آباد یونٹ کی جانب سے بلتستان سے تعلق رکھنے والے این اے کونسل کے نو منتخب اراکین کے اعزاز میں ایک عشائیہ کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں اراکین کونسل کے علاوہ علماء۔ طلباء اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی اس موقع پر NYF کے پریس سیکرٹری جناب غلام محمد نے معزز مہمانوں اور عوام کو خوش آمدید کہا اور NYF کا مختصر تعارف پیش کیا اور کہا یہ تنظیم ایک خالص مذہبی تنظیم ہے جس کا مقصد عوام میں مذہبی رواداری کا شعور پیدا کرنا اور اصلاح معاشرے کے لئے اپنا کردار ادا کرنا ہے۔ نو منتخب رکن فدا محمد ناشاد نے اپنے مختصر خطاب میں NYF کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ آپ کا یہ عشائیہ نہ صرف نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن کی دعوت ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ لاکھوں نور بخشیوں کی دعوت ہے۔ مجھے اس عشائیہ میں شرکت کر کے دلی مسرت حاصل ہوئی ہے اور امید کی جاتی ہے کہ آئندہ بھی باہمی روابط جاری رہیں گے۔ انہوں نے کہا حکومت نے شمالی علاقہ جات کے عوام کو جو پیکج دیا ہے یہ اس علاقہ کے لوگوں کے مسائل حل کرنے میں کافی مددگار ثابت ہوگا۔ انہوں نے کہا موجودہ NA کونسل میں کافی پڑھے لکھے لوگ منتخب ہو کر آئے ہیں۔ جن میں سیاسی شعور بدرجہ اتم موجود ہے۔ پھر بھی خامیوں کی نشاندہی کا خیر مقدم کیا جائے گا۔ NA کونسل کے لئے بلا مقابلہ منتخب ہونے والے واحد رکن اسمبلی اور ڈسٹرکٹ گانگچھے کی ہر دلعزیز شخصیت محمد اقبال نے NYF کی کارکردگی کو سراہتے ہوئے کہا کہ اس تنظیم نے ماضی میں اس کمیونٹی کے لئے اہم کردار ادا کیا ہے اور امید کی جاتی ہے کہ آئندہ بھی یہ روایات برقرار رہیں گی۔ انہوں نے کہا اتحاد و اتفاق وقت کی اہم ضرورت ہے۔ لہٰذا NYF کو اتحاد بین المسلمین کے لئے اہم کردار ادا کرنا ہوگا۔ انہوں نے کہا میں عوامی خدمات کے جذبے سے سرشار ہو کر سیاست میں آیا ہوں کیونکہ اس میں حقوق العباد کا عنصر موجود ہے یہی وجہ ہے میں سیاست کو عبادت سمجھتا ہوں انہوں نے مزید کہا حکومت وقت نے شمالی علاقہ جات کے عوام کی فلاح و بہبود کے لئے جو پیکج دیا ہے یہ اس پس ماندہ علاقے کی تعمیر و ترقی کے لئے پہلا ق[illegible] شمالی علاقہ جات کے منتخب اراکین کونسل نے مثبت سیاسی سمجھ کا مظاہرہ کیا تو یہ اس علاقے کی تعمیر و ترقی میں سنگ میل ثابت ہوگی۔ اس موقع پر انجمن محمدیہ اسلام آباد کے جنرل سیکرٹری فلچو محمد امین نے نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن اسلام آباد کے صدر احمد سلیم، جنرل سیکرٹری محمد علی شجاع اور نائب صدر فدا حسین کو اس کامیاب استقبالیہ کے انعقاد پر مبارک باد پیش کرتے ہوئے کہا پوری قوم کو NYF سے بہت سی توقعات وابستہ ہیں اور وہ آپس میں اتفاق و اتحاد کے لئے مصلح کا کردار ادا کریں گے اور امید ظاہر کی کہ یہ اعلیٰ روایات آئندہ بھی جاری و ساری رہیں گی۔ آگاہ رہے این وائی ایف کے سرگرم کارکنان انور علی، ممتاز حکیم، محمد یوسف، محمد اقبال، غلام مہدی براوی اور محمد حسین کی کوششوں اور اعلیٰ انتظام کی بدولت یہ تقریب احسن طریقہ سے اختتام کو پہنچی۔ آخر میں ماہنامہ نوائے صوفیہ اسلام آباد کے چیف آرگنائزر جی۔ ایچ معروفی اور انجمن محمدیہ اسلام آباد کے صدر بابو محمد سلیم نے معزز مہمانوں کو نوائے صوفیہ کے سیٹ پیش کئے۔

فدا حسین زیدی صحت یاب ہوگئے

ڈسٹرکٹ گانگچھے بلتستان سے این۔ اے کونسل کے رکن فدا حسین زیدی ہرنیا کے کامیاب آپریشن کے بعد صحت یاب ہوگئے۔ یاد رہے زیدی صاحب مورخہ ۳۰ دسمبر ۱۹۹۳ء کو جامع مسجد صوفیہ نور بخشیہ اسلام آباد سے نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد ہرنیا میں شدید تکلیف ہوئی۔ جس پر انہیں فوری طور پر کمپلیکس ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ جہاں ان کا کامیاب آپریشن کیا گیا۔

انہوں نے ان تمام دوستوں اور احباب کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے اس بیماری کے دوران ان کی عیادت اور خدمت کی۔

جی۔ ایچ۔ معروفی

دم سم میں سید محمد نور بخش

اسلامک لائبریری کا قیام

نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن دم سم کے زیر اہتمام سید محمد نور بخش اسلامک لائبریری کے افتتاح کے موقع پر ایک تقریب منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت مولوی محمد عباس خطیب جامع مسجد دم سم نے کی۔ اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے جناب مولوی غلام محمد مہمان خصوصی نے شاہ سید محمد نور بخش کے حالات زندگی پر مختصر روشنی ڈالی اس سے پہلے جناب محمد عباس صاحب نے تلاوت کلام پاک سے اس تقریب کا آغاز کیا۔ مولانا جعفر آزاد نے لائبریری کی اہمیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور جناب عبدالحمید صاحب مدرس نے نوجوانوں کی کارکردگی کو سراہتے ہوئے انہیں خراج تحسین پیش کیا۔ ثناء اللہ بلتستانی نے بھی نیک عزم کا اظہار کرتے ہوئے این وائی ایف دم سم کی کارکردگی کو سراہا۔ مولوی محمد عباس صاحب نے اختتامیہ کلمات کے ساتھ پاکستان کی سلامتی واستحکام۔ دین اسلام کی سربلندی اور کشمیر و بوسنیا کی آزادی کے لئے خصوصی دعا مانگی۔

آخر میں ممتاز علی دم سی صدر این وائی ایف نے شرکاء تقریب کا شکریہ ادا کیا اور این وائی ایف کی کارکردگی بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ نور بخشی نوجوانوں کی واحد ملک گیر تنظیم ہے۔ انہوں نے یہ بھی آگاہ کیا کہ دم سم میں این وائی ایف کے زیر اہتمام ایک مدرسہ بھی چل رہا ہے جس میں تقریباً اسی طلباء و طالبات دینی علوم سے مستفید ہو رہے ہیں۔

اس سے قبل NYF دم سم یونٹ کی حلف وفاداری کی تقریب منعقد ہوئی جس میں این وائی ایف تھگس، سینو، لچھت کندوس کے عہدیدار اور کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ تقریب کی صدارت سید مختار حسین میر واعظ تھگس نے کی جبکہ مہمان خصوصی ڈاکٹر رجب علی صاحب تھے اس موقع پر نمبردار عبدالرحمن صاحب نے خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے شرکائے تقریب کا شکریہ ادا کیا اور NYF دم سم یونٹ کی کارکردگی پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اس موقع پر ڈاکٹر رجب صاحب نے "صفائی نصف ایمان ہے" کے موضوع پر عوام سے خطاب کیا۔ سید شمس الدین صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی سکول تھگس نے این وائی ایف دم سم یونٹ کے عہدیداروں سے حلف لینے کے بعد خطاب کرتے ہوئے کہا نوجوانوں میں علمی، مذہبی اور سیاسی شعور بیدار کرنے کے لئے نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن کا کردار قابل تعریف ہے۔ انہوں نے تنظیم کی کارکردگی کو مزید بہتر بنانے کے لئے پانچ سو روپے اور شاہ سید اسلامک لائبریری کے لئے کتابیں دینے کا اعلان کیا۔ اس موقع پر سید شہاب الدین صاحب سید ناصر حسین میر واعظ سینو اور مولوی محمد عباس نے بھی خطاب کیا۔

ممتاز علی دم سی

معروفیہ لائبریری کا قیام

نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن سینو یونٹ نے مالی وسائل کی کمی کے باوجود اپنی مدد آپ کے تحت ایک لائبریری کا قیام عمل میں لایا ہے۔ لائبریری کا نام میدان تصوف کے مشہور شہسوار حضرت معروف کرخی کے نام نامی سے موسوم کرتے ہوئے معروفیہ لائبریری رکھا ہے۔ ان کے متبرک نام کی برکت اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پہلے ہی مرحلے میں کتابوں کی اچھی خاصی تعداد جمع ہو چکی ہے اور سیاچن کی پوری آبادی عموماً اور اہل ذوق خصوصاً اس لائبریری سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

محمد علی متعلم
ایم خلیل سینوی ڈپٹی جنرل سیکرٹری
نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن یونٹ سینو

قارئین کے خطوط

غلام حسن شگری

۱۔ نوائے صوفیہ کا عرصہ دراز تک بے چینی سے انتظار کرنے کے بعد شمارہ نمبر ۲ پڑھنا نصیب ہوا۔ "میدانی اعتکاف کے نورانی اجتماعات" والی خبر سے روحانی سکون ملا۔ علامہ بشیر صاحب کی تحریروں سے ہمارا ایمان پختہ ہو رہا ہے۔ نوائے صوفیہ کی مزید کامیابی کے لئے دن رات دعا گو ہیں۔

سپاہی محمد چو سینوی

۲۔ برائے اشاعت ایک مضمون بعنوان "حضرت امام زین العابدین" ارسال خدمت ہے۔ اس امید کے ساتھ کہ اسے کسی شمارے میں ضرور شائع کریں گے۔

انور علی شہزاد
اسلامک یونیورسٹی لاہور

۳۔ نوائے صوفیہ میں کافی معیاری مضامین، دینی مسائل اور معلومات پڑھنے کو ملیں۔ ہم علامہ بشیر صاحب اور اراکین رسالہ کے نہایت شکر گزار ہیں کہ جنہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود نوربخشی عوام اور طلباء کو دینی مسائل سے آگاہ رکھنے کا یہ سلسلہ جاری کیا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ خداوند کریم اس رسالے کو مزید ترقی دے۔ آمین

عبدالرحیم نائب صدر انجمن تحفظ الطلبان
یوجنگ مقیم کراچی

۴۔ نوائے صوفیہ بروقت مل رہا ہے اور مضامین بھی ماشاء اللہ ایک سے ایک معیاری پڑھنے کو مل رہے ہیں۔ صرف ایک شکایت ہے کہ عربی الفاظ اعراب کے ساتھ نہیں ہوتے اس لئے کم پڑھا لکھا شخص دقت محسوس کرتا ہے، ہو سکے تو یہ کمی دور کریں

غلام حسین بذرمین سوغا

۵۔ نوائے صوفیہ کے بارے میں جتنا سنا تھا اسے اس سے زیادہ بہتر پایا۔ یہ رسالہ ملت نوربخشیہ کا واحد ترجمان احیائے تصوف کا علمبردار اور نوجوان نسل کو مذہب حقہ کی طرف راغب کرنے کا موثر ذریعہ ہے۔ میں نوائے صوفیہ کا مستقل خریدار بننا چاہتا ہوں۔ کتنی رقم ادا کرنی ہوگی؟

غلام نبی عاجزی پھرونگ باماں شگر

۶۔ ایک بنیا روزانہ ایک اخبار خریدتا تھا لیکن نہ خود پڑھتا تھا اور نہ کسی کو پڑھنے دیتا تھا۔ کوئی مانگے تو کہتا کہ اخبار پڑھنے کا شوق ہے تو خود خرید کر پڑھیں۔ آخر دوستوں نے پوچھا شریمان جی! کیا بات ہے۔ آپ روز اخبار خریدتے ہیں، خود پڑھتے ہیں نہ کسی کو پڑھنے دیتے ہیں۔ اس سے کیا فائدہ۔ بنیا کہنے لگا۔ دوستو میں ان پڑھ ہوں، پڑھ نہیں سکتا لیکن اپنی کمائی سے دو روپے کا اخبار خرید کر ہندی زبان اور قوم کی خدمت کر رہا ہوں۔ ہمیں بھی اس بنئے سے سبق سیکھ کر نوائے صوفیہ کا مستقل خریدار بننا چاہیے۔

باقی ستمبر کے شمارے میں سارے مضامین معیاری تھے بہت پسند آئے البتہ معروفی صاحب نے کافی پرانی خبر پیش کی۔ اب چند تجاویز پیش خدمت ہے۔

الف ۔ مضمون نگار کے نام کے ساتھ پتہ بھی شائع کرا دیں تاکہ کوئی قاری براہ راست خط لکھنا چاہے تو لکھ سکے۔

ب ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے ننانوے سے زیادہ اسماء الحسنیٰ کو پسند فرمایا ہے لہذا صاحب تحریر صرف خدا کی بجائے اللہ، الرحمن، رحیم کریم وغیرہ کا زیادہ سے زیادہ استعمال کریں۔

ج ۔ چالیس صفحے کے رسالے میں پانچ چھ صفحے مختلف تنظیموں اور انجمنوں کی کارکردگی کی نذر ہو جاتے ہیں لہذا ان کے لئے صرف ایک یا دو صفحے رسالے کے آخر میں مختص کر لیں ۔ فہرست مضامین کے ساتھ صفحہ نمبر بھی شائع کر دیں۔

محمد جابر براوی کویت

۷ ۔ نوائے صوفیہ کو ماہنامہ بنانے پر تمام اراکین کو تہہ دل سے مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس رسالے کو دن دگنی، رات چگنی ترقی دے ۔ آمین

اختر حسین دلشاد کراچی یونٹ

۸ ۔ پہلی بار نوائے صوفیہ شروع سے آخر تک پڑھنے کا موقع ملا ۔ انتہائی دلچسپ و معیاری مضامین پڑھنے کو ملے ۔ تصوف سے لگاؤ رکھنے والے اہل ذوق کے لئے بہترین موقع ہے کہ فائدہ اٹھائیں اور اس رسالہ کو ہاتھوں ہاتھ لیں ۔ بندہ ناچیز بھی مستقل خریدار بننا چاہتا ہے ۔ پتہ نوٹ کر لیں۔

سپاہی غلام عباس بلغار

۹ ۔ میں اپنی اور اپنے دوستوں کی طرف سے نوائے صوفیہ کے تمام اراکین کو اس کے ماہنامہ بنانے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔ حضرت علامہ بشیر صاحب ہمارے لئے باعث نعمت ہیں ان کی مہربانی سے ہمارا نشر و اشاعت کا شعبہ دن بدن بہتر ہو رہا ہے ۔ آج کل کے گمراہ کن افواہوں اور سازشوں کے دور میں نور بخشی عوام کے لئے نوائے صوفیہ ایک امید کی کرن ہے ۔ ہمارے خیال میں یہ رسالہ تصوف کے پروانوں کے لئے ایک رہنمائے ہدایت عام قارئین کے لئے معلومات کا خزانہ اور تعلیم یافتہ اور صاحب قلم حضرات کی نگارشات اور مضامین شائع کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

رضا علی، لیاقت اشرف کالونی کراچی

۱۰ ۔ نوائے صوفیہ گلشن تصوف کی آبیاری کا بیڑا اٹھائے خراماں خراماں قدم بڑھا رہا ہے ۔ یہ حسین و دلکش سفر ہمیشہ جاری و ساری رہے گا اور مذہبی مضامین عہد حاضر کے اتار چڑھاؤ کو دکھاتے ہوئے نہ صرف منزل کی نشاندہی کرتا رہے بلکہ گلشن تصوف کے دلفریب مناظر کی سیر بھی کرا کے ہمارے اداس دلوں کو باغ باغ بھی کرتا رہے گا۔

ایک قابل غور بات کی نشاندہی ضروری سمجھتا ہوں کہ پچھلے چند شماروں میں اسم محمدؐ کے ساتھ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے وآلہ اکثر مفقود رہا ہے ۔ آئندہ اشاعتوں میں اس کوتاہی کا ازالہ کریں۔

اخون محمد حسین کاشف
صدر این وائی ایف ڈوغنی

۱۱ ۔ ہر باشعور نور بخشی کی طرح میں بھی نوائے صوفیہ کا پرانا قاری ہوں اور کوئی ایسا شمارہ نہیں جس کو نہ پڑھا ہو ۔ گو سب ہر اہل قلم حضرات کے مضامین قابل تعریف ہوتے ہیں علی الخصوص علامہ صاحب اور غازی نعیم صاحب کے مضامین کا شدت سے انتظار رہتا ہے ۔ ماہ نومبر کے شمارے میں تزکیہ نفس پر رستم علی انجم سلنگ صاحب کا مضمون نہایت ہی متاثر کن تھا۔

غلام عباس کھرکوی
پی ٹی سی سکردو

۱۲ ۔ ہم ۹۳ ۔ ۱۹۹۳ء کے اردو رسائل کا اشاریہ شائع کر رہے ہیں ۔ مہربانی فرما کر اشاریہ کی تکمیل کے لئے آپ کے موقر رسالہ نوائے صوفیہ کے تازہ شمارہ کی ایک کاپی عنایت فرمائیں۔

انچارج رسائل سیکشن خدا بخش
اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ صوبہ بہار انڈیا

۱۳۔ نوائے صوفیہ کی تیزی سے ترقی مخلصین علم و ادب کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ اکتوبر کا شمارہ کافی دیر سے اور نومبر کا رسالہ سبک پردازی کے ساتھ ملا۔ مضامین و مشمولات قابل قدر تھے البتہ عربی عبارات خاص طور پر آیات قرآنی و احادیث کی صحت پر خصوصی توجہ دیں ورنہ بعض دفعہ معنی بگڑنے کے علاوہ عاصی ہونے کا خطرہ بھی لازم آتا ہے۔ میری طرف سے ایک رائے ہے مناسب سمجھیں تو رسالہ گلگت کی لائبریریوں کے پتوں پر بھی ارسال کیا کریں۔

شکور علی انور گلگت

۱۴۔ یوں تو نوائے صوفیہ کے کئی شمارے پڑھنے کا شرف حاصل ہے لیکن پہلی بار آپ کی بزم میں شریک ہونے کی جسارت کر رہا ہوں بلاشبہ نوائے صوفیہ ہم سب کا محبوب رسالہ ہے مجھے اس کے سب مضامین بے حد پسند ہیں۔ لیکن اس دفعہ غازی صاحب نے سائنسی معلومات کی کچھ زیادہ ہی تشریح کی ایسی باتیں اس رسالے کے لئے موزوں نہیں۔ علم سائنس اپنی جگہ درست ہو لیکن قرآن و احادیث کو نعوذ باللہ کیسے جھٹلائیں۔ لہذا آئندہ ایسے تبصرہ سے گریز کریں۔

حاجی فدا حسین سر سیکی
دولت کویت

۱۵۔ نوائے صوفیہ کا شمارہ نمبر ۲ پڑھنا نصیب ہوا۔ رسالہ کو ماہنامہ بنا کر قوم کی ایک دیرینہ خواہش پوری کر دی۔ میں ملت صوفیہ کے باشعور بزرگوں اور جوانوں کو دل کی گہرائیوں سے ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔

غلام عباس لائبریرین و سیکرٹری
نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن سینٹویوسٹ

۱۶۔ آپ کے رسالے میں اعتقادی عملی اور زندگی کے مسائل کو کم ہی جگہ دی گئی ہے لیکن سوانحی موضوعات ضرورت سے زیادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ دین حق کی تبلیغ کیلئے آپ کی توفیقات میں اضافہ کرے۔ آمین

نثار حسین صدر مدرس مدرسہ صوفیہ نوربخشیہ
شگر کیاہونگ

۱۷۔ نوائے صوفیہ میں شائع شدہ مضامین۔ قارئین کے خطوط اور تصوف کی خبریں سب قابل تعریف ہیں۔ فقہی مسائل کو زیادہ سے زیادہ جگہ دیں۔

نثار حسین آرزو حال کورو گلشن ٹاؤن

۱۸۔ اس جذبہ ایمانی کے ساتھ دینی خدمت انجام دینے پر ہم آپ کے رسالہ کو ہر وقت آنکھوں کے سامنے رکھتے ہیں۔ اور اس ادارے کی ترقی اور کامیابی کے لئے دعا گو ہیں۔
لانس نائیک محمد بشیر غورسے و سپاہی علی خان فرانوی

۱۹۔ آپ لوگوں کی غیرت۔ جرات اور محنت کی بدولت سے نوائے صوفیہ کے اجرا اور پھر اسے ماہنامہ بنانے پر پوری ملت نوربخشیہ آپ لوگوں کی شکر گزار ہے۔

طالب علم گلزار حسین الطاف کھانے حال کراچی

۲۰۔ پاکستان کے دارالخلافہ اسلام آباد سے ملت صوفیہ نوربخشیہ کا ترجمان ماہنامہ نوائے صوفیہ نہایت آب و تاب کے ساتھ شائع ہو رہا ہے جس کے لئے نوائے صوفیہ کی انتظامیہ کو بالخصوص اور پیروکاران نوربخشیہ کو بالعموم مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ دانشوران نوربخشیہ کو اراکین نوائے صوفیہ کے ساتھ تعاون کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین
حاجی محمد سلیم خپلو

(بقیہ: اسلام میں محنت کی عظمت)

کا اجر راہ خدا میں جہاد کرنے والوں سے زیادہ ہے۔ روایت میں ہے کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ ایک مزدور کا ہاتھ چوما اور پھر اس مزدور کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور فرمایا اس ہاتھ کو خدا اور اس کا رسولؐ دوست رکھتا ہے۔

دوم نذر مکروہ

نذر مکروہ کی صورت یہ ہے کہ آدمی کسی ایسے کام کی نذر مان بیٹھے جس میں قیمتی وقت ضائع کرنے اور غیر مفید مصروفیت کے سوا کچھ نہ ہو مثلاً باغ جناح کی سیر کو جانا، شالامار باغ دیکھنے جانا، کسی خاص شہر کی تفریح کو جانا وغیرہ۔

ناپسندیدہ نذر کی صورتوں سے ہمیشہ کنارہ کش رہنا ضروری ہے تاکہ صحیح معنوں میں مومن مسلمان ٹھہر جائے۔

اگر کسی شہر کی طرف کوچ کر جانا علمی تحقیق اور دیگر مذہبی امور کی خاطر ہو تو وہ ناپسندیدہ نہیں بلکہ نہایت پسندیدہ چیز ہے۔

ج (۲): نذر ماننے کے لئے احداث سے پاک ہونا شرط نہیں ہے لہذا حالت جنابت میں بھی نذر مانی جا سکتی ہے۔

ج (۳): خمس کا ہر ہر مصرف منذورہ چیز کا بھی مصرف ہے، موجودہ دور میں دینی تعلیمی ادارے یا اشاعتی ادارے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔

ج (۴): (الف) گھرانے کی ایک لڑکی کو (ب) گھرانے کے ایک لڑکے کے ساتھ عقد زوجیت میں منسلک کیا جائے اور (ب) گھرانے کی ایک لڑکی کو (الف) گھرانے کے ایک لڑکے کے ساتھ عقد زوجیت میں منسلک کیا جائے۔ دونوں لڑکیوں کے اس تبادلے کو ہر ایک کا مہر ٹھہرایا جائے۔ یہ نکاح شغار کہلاتا ہے۔ شرعاً اس قسم کا نکاح باطل ہے۔

ہاں تبادلے کی اس صورت میں ایک لڑکی کے لئے حق مہر کے طور پر کوئی چیز معین کی گئی ہو اور دوسری لڑکی کے لئے تبادلے کی صورت کو ہی مہر ٹھہرایا گیا ہو تو جس لڑکی کے لئے الگ کوئی چیز بطور حق مہر معین کی گئی ہے اس کا نکاح درست ہو گا اور دوسری لڑکی کے لئے صرف تبادلے کو مہر ٹھہرایا گیا ہے لہذا اس کا نکاح باطل ٹھہرے گا۔

امید ہے کہ محترم غلام مہدی غالب سرمیکی صاحب اور دیگر قارئین ان جوابات سے مستفید ہوں گے۔

اسلام میں محنت کی عظمت

خادم حسین منذوق کراچی

اسلام نے دین فطرت اور خالق فطرت کا پسندیدہ نظام ہونے کے ناطے سے محنت کی عظمت اور ضرورت کو بھی حسین فطری انداز میں روشناس کرایا ہے جو اپنی مثال نہیں رکھتا۔

۱۔ "محنت سنت انبیاء و آئمہ ہے"

محنت کرنا انبیاءؑ کی سنت ہے تمام انبیاء اپنی روزی خود محنت کر کے کماتے اور راہ خدا میں خرچ کرتے۔ چنانچہ جناب رسالت مآبؐ خود محنت کرتے تھے بکریاں چراتے تھے اور تجارت کرتے تھے۔ مبعوث بر رسالت ہونے کے بعد بھی آپؐ اصحاب کے برابر محنت فرماتے۔

علی بن حمزہؒ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ کو اپنی زمین میں کام کرتے دیکھا ان کے پاؤں پسینے میں شرابور تھے۔ میں نے عرض کیا آپؑ کے ملازم کہاں گئے؟ فرمایا اے علیؒ مجھ سے اور میرے پدر بزرگوار سے بہتر ہستیوں نے رسول خداؐ اور امیر المومنینؑ اور میرے تمام آباء و اجداد نے محنت کی ہے۔ محنت کرنا انبیاء، مرسلین، اولیاء و صالحین کا شیوہ ہے۔

۲۔ "محنت عبادت ہے"

محنت عبادت کے ستر اجزاء میں سے بہتر عبادت ہے۔ روایت میں ہے کہ امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں ایک شخص کا ذکر چلا تو لوگوں نے کہا وہ تارک دنیا ہو گیا ہے اور شب و روز مسجد میں وقت گزارتا ہے آپ نے فرمایا وہ کھانا کہاں سے ہے؟ تو لوگوں نے عرض کیا مخیر لوگ اسے کھانا دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کھانا دینے والے اس عابد سے بہتر ہیں۔

۳۔ "محنت، جہاد ہے"

جو شخص اپنے عیال کی کفالت کے لئے روزی تلاش کرتا ہے۔ اس

باقی صفحہ ۳۶ پر

چہرہ نما

مضمون نگاروں کا تعارف اور پتے

۱۔ ابو العرفان علامہ محمد بشیر
فاضل عربی
پبلشر ماہنامہ نوائے صوفیہ
مکان نمبر A-358 ، سیکٹر 1/1-6/G-6 ، اسلام آباد

۲۔ محمد یونس سیٹھی وفا
سابق سربراہ وزارت اطلاعات و نشریات
مکان نمبر 2 ، سٹریٹ نمبر 7 ، G-7/4
اسلام آباد

۳۔ پروفیسر عبد القیوم قریشی
و ڈاکٹر محمد یونس
معرفت ماہنامہ نوائے صوفیہ
اسلام آباد

۵۔ غلام حسین معروفی
بانی رکن ادارہ نوائے صوفیہ
مکان نمبر 14/7 ، سیکٹر I-8/1
اسلام آباد

۶۔ غلام حسن شگری
فلیٹ نمبر 4 ، بلاک B-1 ، گلی نمبر 8 ،
سیکٹر I - 8/1 ، اسلام آباد

۷۔ رستم علی انجم
مدرس سلنگ گون
خپلو، ضلع گانچھے
بلتستان

۸۔ غلام حسن نوربخشی
بی۔اے، فاضل عربی
مدرس گورنمنٹ ہائی سکول خپلو
ضلع گانچھے بلتستان

۹۔ ڈاکٹر اینڈریز ریک
ڈچ اورینٹ انسٹی ٹیوٹ
مثل وگ۔ 150 20148 ہیمبرگ جرمنی

۱۰۔ اخوند محمد حسین کاشف مدرس
ڈوغونی۔ ضلع گانچھے
بلتستان

۱۱۔ غلام نبی کوروی
A - 20 ، ایوان اقبال
لاہور

۱۲۔ ڈاکٹر غازی محمد نعیم
ایم۔بی۔بی۔ایس، ایم۔اے
مکان نمبر 772 - B ، نزد کمرشل سنٹر
سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

۱۳۔ حکیم طارق چغتائی
اکیڈمی تحقیقات، بہاولپور تانگہ سٹینڈ
احمد پور شرقیہ

۱۴۔ مولوی عبد الحمید
مدرس مڈل سکول خپلو بالا
ضلع گانچھے بلتستان

۱۵۔ ڈاکٹر عبد الرشید
شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی،
کراچی